جلد ۵ جولائی ۱۹۶۲ء شمارہ ۷

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

انصار اللہ

جولائی سنہ ۱۹۶۴ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ؛ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

طابع و ناشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم؛ مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقامِ اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ ”انصار اللہ“ دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸

۱۵ جولائی ۱۹۶۴ء

موجودہ دور میں ہماری ایک اہم ذمہ داری

بہت زیادہ مستعد اور چوکس و ہوشیار رہنے کی ضرورت

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے ماتحت کبھی کبھی الٰہی جماعتوں پر ایسے وقت بھی آتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کو یا تو طویل بیماری یا پھر دُور و دراز کے سفر کی وجہ سے خدائی منشاء کے مطابق کچھ عرصہ کے لئے اپنی جماعت سے ایک رنگ میں جُدا ہونا پڑتا ہے۔ بیماری یا سفر کی وجہ سے اُس عرصہ میں طبعی نتیجے کے طور پر جماعت کی براہِ راست نگرانی کی نوعیت کسی قدر بدل جاتی ہے اور ایسا ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ایوب، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں ایسا ہی ہوا۔ ان میں سے کسی کو طویل علالت کی وجہ سے اور کسی کو عارضی جُدائی یا مستقل ہجرت کی وجہ سے اپنی جماعتوں سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی اور جماعتوں کی براہِ راست نگرانی کی نوعیت میں فی الحقیقت تبدیلی رونما ہوئی۔

ظاہر ہے کہ عارضی جدائی یا براہِ راست نگرانی کی نوعیت میں ایک حد تک تبدیلی کے اُس زمانہ میں الٰہی جماعتوں کی ذمہ داری پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ ایسے اوقات میں بہت سے وہ جماعتی کام جو پہلے الٰہی جماعتوں کے افراد اپنے امام کی براہِ راست نگرانی اور ہر آن ملنے والی تفصیلی ہدایات کے ماتحت سرانجام دے رہے ہوتے ہیں اب ان کی انجام دہی کا بار بڑی حد تک خود اُن کے اپنے کندھوں پر آپڑتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں ایک حد تک انہیں جماعتی کام امام کی تفصیلی ہدایات کی بجائے اصولی ہدایات کے مطابق پوری ذمہ داری اور کمال درجہ ہوشمندی و مستعدی کے ساتھ انجام دینا ہوتے ہیں۔ وہ ان امور کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کے حضور تو جوابدہ ہوتے ہی ہیں لیکن انہیں امام کی واپسی یا صحتیابی پر امام کے سامنے بھی جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

الٰہی جماعتوں پر ایسے اوقات اللہ تعالیٰ اپنی حکمتِ بالغہ کے ماتحت اس لئے لاتا ہے تاکہ اُن جماعتوں کے افراد کا امتحان لے کہ طویل عرصہ کی ٹریننگ اور تربیت کے بعد انہوں نے کس حد تک اپنے اندر تبدیلی کی ہے اور کس حد تک مفوضہ فرائض کی انجام دہی کا جذبہ اُن کے اندر فطرتِ ثانیہ کے طور پر راسخ ہو کر انہیں سابق یا لخیرات بنانے کا موجب ہوا ہے۔ ایسے اوقات در اصل الٰہی جماعتوں کے حق میں امتحان اور آزمائش کے اوقات ہوتے ہیں۔ مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ مخلصوں اور منافقوں میں فرق ظاہر کیا جائے اور اس طرح الٰہی جماعتوں کو کچے ایمان والوں اور نام کے مومنوں سے پاک کر کے انہیں مزید ترقیات اور انعامات سے نوازا جائے۔ ہر چند کہ اس امتحان اور آزمائش میں رحمت کا ایک پہلو مضمر ہوتا ہے تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے اوقات میں الٰہی جماعتوں کے افراد کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور اس امر کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ کر مستعدی اور ہوشمندی و ہوشیاری کا ثبوت دیں۔

ہم لوگ جنہیں مامورِ زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قائم ہونے والی الٰہی جماعت میں شمولیت کا خصوصی شرف حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے ماتحت اور اُس کی پہلے سے دی ہوئی اخبارِ غیبیہ کے عین مطابق فی زمانہ ایک ایسے ہی وقت میں سے گزر رہے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ کی علالت کے باعث غلبۂ اسلام کی جد و جہد کو حضور کی طرف سے وقتاً فوقتاً ملنے والی اصولی ہدایات کی روشنی میں چلانے اور جاری رکھنے کا بار حضور کے قائم کردہ مرکزی نظام کی وساطت سے اب ہمارے کندھوں پر آ پڑا ہے۔ اس لحاظ سے ہماری ذمہ داری پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ نظامِ سلسلہ کا کمال درجہ احترام کرتے اور اس کی پوری پوری اطاعت بجا لاتے ہوئے اپنی پہلے سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ذمہ داری کو نبھانا آج ہمارا اوّلین فرض ہے۔ اس فرض کو کمال درجہ مستعدی کے ساتھ ادا کئے بغیر ہم اُس آزمائش اور امتحان میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جس کی خاطر خدا تعالیٰ اپنی حکمتِ بالغہ کے ماتحت اپنی قائم کردہ جماعتوں پر ایسے اوقات لایا کرتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو اس آزمائش اور امتحان میں کامیاب ہونا ہمارے لئے چنداں مشکل نہیں ہے کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے عین مطابق اپنی موجودہ علالت کے آغاز میں ہی ہمیں وہ گر سمجھا دیا تھا جس پر چل کر ہم اس آزمائش میں پورے اُتر سکتے ہیں۔ حضور نے حسب بشارات خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ غیر معمولی فہم و فراست اور کمال درجہ بصیرت سے کام لیتے ہوئے جماعت کو خبردار فرمایا تھا کہ ان کے لئے اس آزمائش میں پورا اُترنے اور اس طرح خدائی انعامات کا وارث بننے کا طریق کیا ہے۔ حضور نے اُنہی ایام میں جماعت کے نام متعدد پیغامات کے ذریعے واضح فرمایا تھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ غلبۂ اسلام کی اُس راہ پہ گامزن ہوتے ہوئے جس پر میں نے اپنا

خون پسینہ ایک کر کے تمہیں مسلسل چالیس سال تک چلایا ہے اسلام کی سربلندی کی خاطر قربانیاں کرتے چلے جاؤ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ٹھہرو تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں جب تک کہ میں صحتیاب ہوں تم باہمی تفرقہ سے بچو اور اُن شریر الطبع لوگوں سے خبردار رہو جو ایسے مواقع پر مخالفانہ باتیں کر کے جماعت میں پھوٹ ڈالنے اور اُسے اُس کے اصل مقصد سے دُور لے جانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ پھر حضور نے اس امر سے بھی خبردار فرمایا تھا کہ اس قسم کے فتنے بالعموم چھوٹے لوگوں کی طرف سے نہیں اُٹھا کرتے بلکہ ظاہری لحاظ سے بعض کج فہم بڑے اور ذی اثر و ذی ثروت لوگ ہی ایسے فتنے اُٹھانے کا موجب ہوا کرتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ کے یہ پُر معارف پیغامات جو حضور نے اپنی علالت کے آغاز میں جماعت کے نام دیئے تھے نہایت درجہ اہمیت کے حامل ہیں اور بالخصوص موجودہ دَور میں تو یہ ہمارے لئے ایک ایسی مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جس کے بغیر ہم راہ میں پیش آنے والے گڑھوں اور خندقوں سے بچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اِن پیغامات میں حضور نے خاص اِس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ امتحان و آزمائش کے موجودہ دَور میں ہماری اصل ذمہ داری کیا ہے اور ہم اِس سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہم آسمانی حکمت و دانش اور بصیرت و معرفت سے بھرپور اِن پیغامات کا بار بار بالاستیعاب مطالعہ کرتے رہیں اور ان کے مالہٗ وماعلیہ پر غور کر کے اِس امر کا جائزہ لیتے رہیں کہ آیا ہمارا عمل ایسا تو نہیں ہے کہ جو جماعت میں کسی لحاظ سے بھی افتراق کا بیج بونے والا ہو۔ یا یہ کہ ہم غیر شعوری طور پر دنیوی اعتبار سے ایسے ذی اثر، ذی ثروت اور ذی علم اشخاص کی ہاں میں ہاں تو نہیں ملا رہے جو اپنی مخالفانہ آوازوں سے جماعت میں مایوسی پھیلا کر اسے خدمتِ دین اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد سے غافل کرنا چاہتے ہوں۔ حضور کے اِن پیغامات کی اہمیت کے پیشِ نظر ذیل میں ہم اُن کے بعض اقتباسات یاددہانی کے طور پر ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ کے اِن پیغامات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو علالت کے آغاز ہی میں یہ فکر دامنگیر تھا کہ کہیں بعض شریر الطبع لوگ حضور کی بیماری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ چنانچہ حضور نے ۲۲ مارچ ۱۹۵۵ء کو احباب جماعت کے نام ایک نہایت اہم پیغام دیا۔ اُس میں حضور نے کسی حد تک فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے احباب کو فتنہ اُٹھانے والے شریر الطبع لوگوں سے خبردار رہنے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ حضور نے فرمایا:-

"مجھے ایک حد تک تشویش تو ہے لیکن مایوسی نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کے جواب میں اپنی مدد ضرور بھیجے گا اور معجزانہ رنگ میں مدد بھیجے گا۔ اگر میری دعاؤں کی تائید میں جماعت

کی دعائیں بھی شامل رہیں تو انشاء اللہ تاثیر بڑھ جائے گی۔ احباب کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کبھی ذمہ دار افسر اِدھر اُدھر ہوتا ہے تو شریر لوگ فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ ہماری جماعت بھی ایسے شریروں سے خالی نہیں۔ بعض لوگ اپنے لئے درجہ چاہتے ہیں۔ ایسا کوئی شخص بھی پیدا ہو یا کوئی بھی آواز اٹھائے خواہ کسی گاؤں میں یا شہر میں یا علاقہ میں تو اُس کی بات کو کبھی برداشت نہ کریں۔ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ یہ معمولی بات ہے۔ فساد کوئی بھی معمولی نہیں ہوتا۔ حدیثیں اِس پر شاہد ہیں۔ جب کوئی شخص اختلافی آواز اٹھائے فوراً لاحول اور استغفار پڑھیں۔ اور آپ خواہ عمر میں سب سے چھوٹے ہوں اور درجہ میں سب سے چھوٹے ہوں اور خواہ آپ کے بزرگ اُس فتنہ انداز کی بات کی تائید کر رہے ہوں فوراً مجلس میں کھڑے ہو جائیں اور لاحول پڑھ کر کہہ دیں کہ ہم نے احمدیت کو خدا کے لئے اختیار کیا تھا، ہمارا آسمانی باپ خدا ہے اور ہمارے روحانی باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جماعت میں فتنہ پھیلانے والی بات اگر ہمارے عزیز ترین وجود سے بھی ظاہر ہوئی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔"

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۶)

اِس نہایت درجہ اہم پیغام میں حضور نے مخلصینِ جماعت کو نہایت زوردار الفاظ میں خبردار فرمایا ہے کہ جب کبھی الٰہی جماعتوں پر ایسا وقت آتا ہے کہ جماعت کا امام لمبے عرصہ کے لئے باہر چلا جائے یا علالت کے باعث پہلے کی طرح جماعت کی تفصیلی نگرانی نہ کر سکے تو بالعموم شریر لوگ ناواجب اعتراضات اور لایعنی نکتہ چینیوں کے ذریعے جماعت میں فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضور نے ایسی صورت میں مخلصین کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ ایسے شریر لوگوں کی باتوں پر ہرگز کان نہ دھریں اور اِس امر کی قطعاً پرواہ نہ کریں کہ مخالفانہ آواز اٹھانے والا کوئی بڑا آدمی ہے کیونکہ بالعموم دنیوی لحاظ سے بعض کج فہم بڑے آدمی ہی اپنی بڑائی کے زعم میں ایسے فتنے اٹھایا کرتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اِس کی پرواہ کئے بغیر کہ فتنہ پھیلانے والا صاحبِ اثر و رسوخ اور صاحب مرتبہ و صاحب ثروت ہے فوراً اُس مجلس میں کھڑے ہو کر لاحول پڑھیں اور کہہ دیں کہ جماعت میں فتنہ پھیلانے والی بات اگر ہمارے بزرگ اور عزیز ترین وجود سے بھی ظاہر ہوگی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ حضور نے مخلصین کے لئے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ وہ جہاں ایسے شریر لوگوں سے چوکس و ہوشیار رہیں وہاں بکثرت استغفار کرتے رہیں اور شریر لوگوں کی شرارتوں سے بچنے اور جماعت کے اتحاد کے مضبوط سے مضبوط تر ہونے کے لئے مسلسل دعائیں کرتے چلے جائیں۔

ایسے اوقات میں چوکس و ہوشیار رہنے اور کسی فتنہ پرداز کو اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دینے کی بنیادی اہمیت کے پیشِ نظر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مذکورہ بالا پیغام کے بعد قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے متعدد مضامین میں جماعت کو حضور کی اِس ہدایت

بہ دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی نصیحت فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک مضمون رقم فرمودہ ۳ اپریل ۱۹۵۵ء میں امرائے جماعت اور صدر صاحبان کو اس تعلق میں ان کی خصوصی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"اس موقع پر میں احباب کی خدمت میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ تاریخ اور ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح سے پتہ چلتا ہے ایسے موقعوں پر جبکہ امام کسی دور دراز کے سفر پر ہو بیرون از جماعت مخالفین اور اندرونِ جماعت منافقین امام کی غیر حاضری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مختلف قسم کے اندرونی اور بیرونی فتنے برپا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تبوک کے موقع پر ہوا۔ اس لئے احباب جماعت کو عموماً اور امرائے جماعت اور صدر صاحبان کو خصوصاً اس امکانی خطرہ کی طرف سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے اور اپنے مخصوص اتحاد اور قربانی اور چوکسی اور احساسِ ذمہ داری اور بیدار مغزی سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی خطرہ انہیں خدا کے فضل سے غفلت کی حالت میں نہیں پا سکتا اور نہ ان کے پائے ثبات میں کسی قسم کی لغزش پیدا کر سکتا ہے۔" (الفضل ۵ اپریل ۱۹۵۵ء)

اس کے بعد انہی ایام میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے انتباہ کے بموجب بعض لوگوں کی طرف سے ناواجب اعتراضوں اور نکتہ چینیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ایک مضمون کے ذریعے احباب جماعت اور امراء و صدر صاحبان کو پھر ایسے شر پسند دل سے ہوشیار رہنے اور جماعتی اتحاد میں کوئی رخنہ واقع نہ ہونے دینے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ آپ نے اپنے مضمون رقم فرمودہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۵ء میں تحریر فرمایا:۔

"باقی رہا جماعت کا سوال سو علاقہ وار امراء اور صدر صاحبان کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں ناواقف اور دُور افتادہ دوستوں کو اس قسم کے فتنوں کے متعلق باخبر اور ہوشیار رکھیں اور انہیں بتا دیں کہ یہ سب جھوٹا اور مفتریانہ پراپیگنڈا ہے جو بعض مخالفین کی طرف سے جماعت اور مرکز کے خلاف کیا جا رہا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ پراپیگنڈا اُن خدشات کی عملی تصدیق ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سفر پر جانے سے قبل جماعت پر ظاہر کر کے اسے متنبہ کیا تھا کہ امام کی غیر حاضری میں اس قسم کے فتنے اُٹھ سکتے ہیں۔ جماعت کو اس خطرہ سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

ہماری جماعت خدا کے فضل سے اور حضرت افضل الرسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہاتھ پر جمع ہو کر اخوت اور اتحاد اور راستی اور صداقت کے

طریق پر قائم ہے اور ہر قسم کے فتنوں سے الگ رہ کر امن اور آشتی کے رنگ میں اسلام کی خدمت بجا لانا چاہتی ہے اور یہی اس کا واحد مقصد و منتہا ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہر قسم کی انتشار پیدا کرنے والی باتوں سے الگ رہ کر اپنی پوری توجہ اور پوری کوشش اور پوری طاقت کے ساتھ اُس مرکزی نقطہ پر قائم رہیں جو خدائے علیم و قدیر نے ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے ......

دوستوں کو چاہیئے کہ اِن ایام میں خاص طور پر دعاؤں اور صدقہ و خیرات سے کام لیں، اپنے اندر تقویٰ اور طہارتِ نفس پیدا کریں۔ اپنے ہمسایوں اور ماحول کے لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک بلکہ غیر معمولی احسان سے پیش آئیں، امن اور اتحاد اور تعاون باہمی کا کامل نمونہ دکھائیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہو۔" (الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۵۵ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علی الخصوص موجودہ دور میں افتراق پھیلانے والے نام کے مومنوں سے ہوشیار رہنے اور اُن کی باتوں پر کبھی کان نہ دھرنے کی پُرزور تلقین کرنے کے علاوہ احبابِ جماعت کو ایک اور اہم نصیحت یہ فرمائی ہے کہ وہ خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اس کی اطاعت سے کبھی اور کسی حال میں بھی روگردانی اختیار نہ کریں۔ اِس تعلق میں حضور نے یہ نصیحت اِس لئے فرمائی کیونکہ منافقین کا سب سے بڑا حربہ یہی ہوتا ہے کہ وہ بدظنی پھیلا کر افرادِ جماعت کو خلافت کی اطاعت سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ خلافت ہی اتحادِ قومی کی جان ہے، جب تک خلافت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا نہ کئے جائیں اور خلیفۂ وقت اور اُس کے قائم کردہ نظام کی اطاعت سے انہیں برگشتہ نہ کیا جائے اُس وقت تک وہ افتراق پھیلانے کے مذموم ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضور نے اپنے ایک خصوصی پیغام میں احباب کو خلافت کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہنے اور پوری پوری اطاعت کو اپنا امتیازی شعار بنانے کی تلقین فرمائی۔ حضور نے اِس خصوصی نصیحت کی بنیادی اہمیت اور اس کی بے انداز افادیت واضح کرنے کے لئے اسے اپنی آخری نصیحت قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا:-

"اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اُس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اِس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اُس جہان میں بھی اونچا کرے۔ تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو۔" (الفضل ۲۰ مئی ۱۹۵۹ء)

حضور نے خلافتِ حقّہ کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہنے کی اِس عمومی تلقین پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس

سال جلسہ سالانہ کے مبارک موقع پر جو جنوری ۱۹۶۶ء کے اواخر میں منعقد ہوا تھا پاکستان کے طول و عرض اور ممالک غیر سے آئے ہوئے ہزاروں ہزار احباب کو کھڑا کر کے ان سے یہ عہد لیا کہ وہ اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور نظام خلافت کی حفاظت اور استحکام سے نہ صرف یہ کہ آخر دم تک غافل نہیں ہونگے بلکہ اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے چلے جائینگے تاکہ خلافت احمدیہ قیامت تک محفوظ چلی جائے اور جماعت کا شیرازہ بکھیرنے کی کوشش کرنے والے منافقین ہمیشہ ہمیش کے لئے مایوس ہو جائیں۔ حضور نے یہ عہد حسب ذیل الفاظ میں لیا:-

" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اسکے استحکام کے لئے آخر دم تک جد و جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اسکی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم اٰمین۔ اللّٰھم اٰمین۔ اللّٰھم اٰمین۔" (الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۰ء)

پس موجودہ حالات میں جبکہ خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے ماتحت حضور کی علالت طویل ہو جانے کے باعث ہمارے امتحان کا زمانہ دراز ہو گیا ہے ہماری سب سے اہم ذمہ داری اور اوّلین فرض یہ ہے کہ ہم حضور ایدہ اللہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے درد و الحاح سے بالالتزام دعائیں کرنے کے ساتھ ساتھ حضور کی مذکورہ بالا نصائح پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شریر لوگوں کی افتراق انگیز چالوں سے ہر دم اور ہر آن ہوشیار رہیں۔ ان کی نکتہ چینیوں اور بدظنیوں پر کبھی کان نہ دھریں بلکہ ان کی باتیں ان کے منہ پر مار کر انہیں خاموش کرا دیں۔ پورے عزم اور تعہّد کے ساتھ خلافت کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضور کے قائم کردہ نظام کی اطاعت کو لازم پکڑیں اور اس میں ایسا کمال حاصل کریں کہ جماعت کے بیرونی مخالفین اور معدودے چند اندرونی منافقین ہمیشہ ہمیش کے لئے مایوس ہو جائیں۔

جس دور میں سے فی زمانہ ہم گزر رہے ہیں ہماری اصلی اور بنیادی ذمہ داری یہی ہے کہ ہم حضور کی مذکورہ بالا نصائح پر جو

حضور نے موجودہ دَور کے مخصوص حالات کو مدنظر رکھ کر ازراہِ شفقت کی ہیں دل وجان سے عمل پیرا ہوں اور اس حد تک عمل پیرا ہوں اور اس میں ایسی مداومت دکھائیں کہ ہمارے لئے اِن نصائح پر عمل پیرا ہونا فطری تقاضہ کی صورت اختیار کرے اور اس بارہ میں کسی قسم کی غفلت یا لغزش کا امکان ہی باقی نہ رہے۔ اگر ہم اِس ذمہ داری کو پورے تعہد اور عزم وہمت کے ساتھ ادا کر دکھائیں گے تو غلبۂ اسلام کے ضمن میں جانی ومالی قربانیوں سے متعلق ہمارے جو اہم فرائض ہیں خلافت کے ساتھ دلی وابستگی اور کامل فرمانبرداری کے نتیجہ میں ہمیں پہلے سے بھی بڑھ کر اِن فرائض کو کماحقہٗ بجالانے کی توفیق ملتی چلی جائے گی۔ اور ہم حسب سابق وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی کے قرآنی وعدے کے مصداق ثابت ہوتے چلے جائیں گے۔

ہمارے لئے زمانۂ دراز کی تربیت اور غلبۂ اسلام کے لئے مسلسل قربانیوں کے نتیجہ میں موجودہ دَور کی اِس خصوصی ذمہ داری کو ادا کرنا صرف یہ کہ مشکل نہیں ہے بلکہ حد درجہ آسان ہے۔ یہ کوئی نئی ذمہ داری نہیں ہے ہم اِس ذمہ داری کو گذشتہ نصف صدی سے پوری کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ ادا کرتے چلے آ رہے ہیں اور اِس ذمہ داری کو محبّت وعقیدت اور دلی اخلاص کے ساتھ کماحقہٗ ادا کرنے کے نتیجہ میں ہی غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں ہمیں عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز ہمیں پہلے سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل ہونگی۔ بات صرف اتنی ہے کہ موجودہ دَور کے مخصوص حالات میں اِس ذمہ داری کی اہمیت پہلے کی نسبت کسی قدر بڑھ گئی ہے اور ہماری طرف سے نسبتاً زیادہ مستعدی اور زیادہ چوکسی وہوشیاری کی متقاضی ہے۔ پھر ذمہ داری کی اہمیت بڑھ جانے کے ساتھ ساتھ اس میں ہمارے لئے ایک خوشکن پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ حضور نے جہاں ہمیں اِس ذمہ داری سے خاص طور پر آگاہ فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی ہمیں یہ بشارت بھی دی ہے کہ خدا تعالیٰ مخلصین کو کبھی ضائع نہیں کریگا۔ اگر کسی بدنہاد منافق نے افتراق پھیلانے کی کوشش کی بھی تو وہ ضرور بالضرور ناکام ونامراد ہوگا اور الٰہی جماعت کا یہ قافلہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ کی آسمانی قیادت اور رہنمائی میں آگے ہی آگے بڑھتا اور نئی کامیابیوں اور فتح مندیوں سے ہمکنار ہوتا چلا جائیگا۔ چنانچہ حضور پیشگوئی کے طور پر بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلص گروہ ہی جیتے گا اور وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ میری بیماری کی وجہ سے انہیں سر اُٹھانے کا موقع مل گیا ہے ناکام ونامراد ہوں گے اور خدا تعالیٰ مخلص حصّہ کا ساتھ دیگا اور دن اور رات کے کسی حصّہ میں بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔" (الفضل ۲ رمئی ۱۹۵۵ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہمیشہ ہی ایسے مخلص گروہ میں شامل رکھے تا ہمیں ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ کی معیت حاصل رہے اور دن اور رات کے کسی حصّہ میں بھی وہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑے۔ آمین ثم آمین *

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

مومنوں پر جو ابتلاء آتے ہیں اُن میں آثارِ رحمت پوشیدہ ہوتے ہیں

ابتلاء کو بُرا نہ جانو بُرا وہی جانے گا جو مؤمن کامل نہیں ہے

یہ امر بعض ناپختہ کار لوگوں کے لئے اچنبے کا موجب ہوتا ہے کہ الٰہی جماعتوں اور ان کے افراد پر ابتلاء کیوں آتے ہیں اور بعض اوقات انہیں اذیت ناک مصائب و شدائد اور ظلم و جور کا نشانہ کیوں بننا پڑتا ہے۔ امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملفوظات میں مومنوں پر آنے والے ابتلاؤں اور مصائب و شدائد کے فلسفہ پر بہت مسحور کُن انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ان کی حکمت کو نہایت دلنشیں پیرائے میں واضح فرمایا ہے۔ اِن ملفوظات کا ایک حصّہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"یہ خیال نہ آوے کہ پھر انبیاء اور مومنوں کو کیوں تکلیفیں آتی ہیں؟ ان لوگوں پر بھی بعض بلائیں آتی ہیں اور ان کے واسطے آثارِ رحمت ہوتی ہیں۔ دیکھو ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی مصائب آئی تھیں اُن کو گننا بھی کسی بڑے دل کا کام ہے۔ ان کے نام سے ہی انسان کے بدن پر لرزہ آتا ہے۔ پھر جو کچھ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں سے ہوئے اُن کی بھی تاریخ گواہ ہے۔ کیا کوئی ایسی بھی تکلیف تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہنچائی نہ گئی ہو؟ جس طرح ان کی ایذا دہی میں کفار نے کوئی دقیقہ باقی نہ اٹھا رکھا تھا اُسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کے کمالات میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ اصل میں اُن لوگوں کے واسطے یہ مصائب اور سختیاں تریاق ہو جایا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے خدا کی رحمت کے خزانے انہیں سختیوں ہی کی وجہ سے کھولے جاتے ہیں ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ است

مگر ایسے وقت میں انسان کو چاہیئے کہ صبرِ جمیل کرے اور خدا تعالیٰ سے بدظن نہ ہو۔ وہ لوگ تو خدا کے ابتلاء کو انعام کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور ابتلاء میں لذت پاتے ہیں۔ قرب کے مراتب جس طرح جلد ابتلاء کے وقت میں طے ہوتے

ہیں وہ یوں زہد و تعبّد یا ریاضت سے تو سالہا سال میں بھی تمام نہیں کئے جاتے۔ اُن لوگوں میں سے جو خدا کے قرب کا نمونہ بنے اور خلق کی ہدایت کا تمغہ ان کو دیا گیا، وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہوئے، ایک بھی نہیں جس پر کبھی نہ کبھی مصائب اور شدائد کے پہاڑ نہ گرے ہوں۔ ان لوگوں کی مثال مشک کے نافہ کی سی ہوتی ہے وہ جب تک بند ہے اُس میں اور ایک مٹی کے ڈھیلے میں کچھ تفاوت نہیں پایا جاتا مگر جب اس پر سختی سے جرّاحی کا عمل کیا جاوے اور اُس کو چُھری یا چاقو سے چیرا جائے تو معاً اُس میں سے ایک خوشکن خوشبو نکلتی ہے جس سے مکان کا مکان معطر ہو جاتا ہے اور قریب آنے والا بھی معطّر کیا جاتا ہے۔ سو یہی حال انبیاء اور صادق مومنوں کا ہے کہ جب تک اُنکو مصائب نہ پہنچیں تب تک اُن کے اندرونی قوٰی چُھپے رہتے ہیں اور اُن کی ترقیات کا دروازہ بند ہوتا ہے ...... غرض ایسے ایسے مصائب ہیں جو اُن کے لئے رحمت ہیں اور ان سے اُن لوگوں کے اندرونی گُن ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور سیّد سیّد کہہ کے پکارے جاتے تھے انہوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا تھا اُن کو ایسے ایسے زمانے دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا تھا کہ وہ اُن صحابہؓ کے مراتب کو پہنچ سکتے۔ اُن کی ساری زندگی ناز و نعمت میں گزری تھی، نہ انہوں نے کسی جہاد میں حصّہ لیا تھا نہ کسی کُفر ہی کو توڑا تھا تو خدا نے جو اُن کو شہید کیا کیا اُن پر ظلم کیا؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے پچاس پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہوا کرتے ہیں اور اُنہوں نے وہ زمانہ بھی دیکھا تھا کہ جب صحابہؓ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے تو پھر اُن کا کیا حق تھا کہ وہ شہداء میں درجہ پاتے یا کسی طرح آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے۔ کیا اُن کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا؟ اور اُن کے واسطے یہی کافی تھا؟ نہیں، اِس سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا تھا اس سے کوئی حق قرب الٰہی نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض اُن کی اپنی تو ایسی بظاہر کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجاتِ اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے مگر چونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کا تعلق تھا اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اِس طرح گمنام فوت نہ ہوں اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے اُن کو شہادت کی موت سے وفات دی تاکہ وہ دنیا میں قیامت تک نیک نام مشہور ہو جاویں۔ اگر اُن پر یہ مصائب نہ آتے تو وہ کس طرح مشہور ہوتے۔ سو اُن کے واسطے ایسے ایسے سامان میسّر کر دیئے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اِس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے۔ ایک ذرا سی تکلیف اور اجر عظیم مل گیا......

پس تم مومن ہونے کی حالت میں ابتلاء کو بُرا نہ جانو اور بُرا وہی جانے گا جو مومن کامل نہیں ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ

رَاجِعُوْنَ ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کبھی تم کو مال سے یا جان سے یا اولاد یا کھیتیوں وغیرہ کے نقصان سے آزمایا کریں گے مگر جو ایسے وقتوں میں صبر کرتے اور شاکر رہتے ہیں تو اُن لوگوں کو بشارت دو کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کشادہ اور اُن پر خدا کی برکتیں ہوں گی جو ایسے وقتوں میں کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یعنی ہم اور ہماری متعلقہ کُل اشیاء یہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور پھر آخر کار اُن کا لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے کسی قسم کے نقصان کا غم اُن کے دل کو نہیں کھاتا اور وہ لوگ مقامِ رضا میں بُود و باش رکھتے ہیں، ایسے لوگ صابر ہوتے ہیں اور صابروں کے واسطے خدا تعالیٰ نے بے حساب اجر رکھے ہوئے ہیں ۔ ......

... مومن کے لئے مصائب ہمیشہ نہیں رہتے اور نہ لمبے ہوتے ہیں بلکہ اس کے واسطے رحمت، محبت اور لذّت کا چشمہ جاری کیا جاتا ہے ۔ عاشق لوگ عشق کے غلبہ کے وقتوں) ور اس کے دردوں میں ہی لذّت پاتے ہیں ۔ یہ باتیں گو ایک خشک محض انسان کے لئے سمجھانی مشکل ہیں مگر جنہوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے وہ ان کو خوب جانتے ہیں بلکہ اُن کو تو معمولی آرام اور آسائش میں وہ چین اور لذّت نہیں ہوتی جو دُکھ کے اوقات میں ہوتی ہے ۔ ....." (الحکم جلد ۷ مورخہ ۲۴ / مارچ ۱۹۰۳ء بحوالہ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۹۲-۲۰۰)

ابتلاء کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دُعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اُسی قدر رُوح میں گدازش ہوتی جائے گی اور یہ دُعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے ۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۵)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَلَيْسَ لَنَا بَابٌ سِوَاكَ وَمَعْبَرُ

(اے خدا! تیرے سوا ہمارے لئے نہ کوئی دروازہ اور نہ جائے گزر ہے)

سَئِمْنَا تَكَالِيفَ التَّطَاوُلِ مِنْ عِدًا — تَمَادَتْ لَيَالِي الْجَوْرِ يَا رَبِّ انْصُرِ

ہم نے معاندین کے ہاتھوں ظلم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں — اور ظلم کی راتیں لمبی ہوگئی ہیں۔ اے میرے خدا تو مدد کر۔

وَجِئْنَاكَ كَالْمَوْتَى فَأَحْيِ أُمُوْرَنَا — نَخِرُّ أَمَامَكَ كَالْمَسَاكِيْنِ فَاغْفِرِ

ہم مُردوں کی طرح تیرے پاس آئے ہیں تو ہمارے کاموں کو زندہ کر — ہم تیرے آگے مسکینوں کی طرح گرتے ہیں پس تو ہمیں بخش دے۔

إِلٰهِيْ فَدَتْكَ النَّفْسُ إِنَّكَ جَنَّتِيْ — وَمَا إِنْ أَرَى خُلْدًا كَمِثْلِكَ يُثْمِرُ

اے میرے خدا میری جان تجھ پر قربان تُو میری بہشت ہے — اور میں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی جو تیرے جیسا پھل لاوے

طُرِدْنَا لِوَجْهِكَ مِنْ مَجَالِسِ قَوْمِنَا — فَأَنْتَ لَنَا حِبٌّ فَرِيْدٌ وَمُؤْثَرُ

تیرے منہ کے لئے ہم اپنی قوم کی مجلسوں سے رد کر دیئے گئے ہیں۔ — تُو ہمارا یگانہ دوست ہے اور ہم نے تجھے سب کو چھوڑ کر اختیار کیا ہے

إِلٰهِيْ بِوَجْهِكَ أَدْرِكِ الْعَبْدَ رَحْمَةً — وَلَيْسَ لَنَا بَابٌ سِوَاكَ وَمَعْبَرُ

اے میرے خدا اپنے منہ کے صدقے میں رحمت کے ساتھ اپنے بندہ کی خبر لے — اور ہمارے لئے تیرے سوا نہ کوئی دروازہ اور نہ جائے گزر ہے۔

إِلٰى أَيِّ بَابٍ يَا إِلٰهِيْ تَرُدُّنِيْ — وَمَنْ جِئْتُهُ بِالرِّفْقِ يَزْرِيْ وَيَصْعَرُ

اے میرے خدا تُو کس کے دروازے کی طرف مجھے رد کرے گا — میں جس کے پاس نرمی سے جاتا ہوں وہ بدگوئی کرتا اور منہ پھیر لیتا ہے

صَبَرْنَا عَلٰى جَوْرِ الْخَلَائِقِ كُلِّهِمْ

ہم نے تمام دنیا کا ظلم صبر سے برداشت کیا ہے۔

وَلٰكِنْ عَلٰى هَجْرٍ سَطَا لَا نَصْبِرُ

مگر تیری جدائی کی ہمیں برداشت نہیں ہے۔

(اعجاز احمدی)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کس نہ گیرد در روزِ محشر جز پناہش دستگار

(حشر کے دن کوئی بھی آنحضرتؐ کی پناہ میں آنے کے بغیر نجات نہیں پائے گا)

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار　　　عاجز از مدحش زمین و آسمان ہر دو دار

مجھ سے اُس عالی قدر سردار (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان بھی عاجز ہیں

آں مقامِ قُرب کو دارد بدلدارِ قدیم　　　کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار

قُرب کا جو مقام وہ محبوبِ ازلی کے پاس رکھتا ہے اُس مقام کی شان کو واصلانِ بارگاہِ الٰہی میں سے بھی کوئی نہیں جانتا۔

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقاں　　　آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

وہ خاصانِ حق کا سردار اور عاشقانِ الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے۔ اُس کی روح نے وصلِ الٰہی کے ہر درجہ کو طے کر لیا ہے۔

آں مبارک پے کہ آمد ذات با آیاتِ او　　　رحمتے زاں ذاتِ عالم پرور و پروردگار

وہ مبارک قدم جس کی ذاتِ والاصفات رحمت بن کر اُس ربّ العالمین پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی۔

آنکہ دارد قُربِ خاص اندر جنابِ پاکِ حق　　　آنکہ شانِ او نہ فہمد کس ز خاصان و کبار

وہ جسے جنابِ الٰہی میں خاص قُرب حاصل ہے۔ وہ جس کی شان کا ادراک خواص اور بزرگوں کو بھی حاصل نہیں۔

احمدِ آخر زماں کو اوّلیں را جائے فخر　　　آخریں را مقتدا و ملجا و کہف و حصار

احمدؐ آخرالزماں پہلوں کے لئے فخر کی جگہ ہے اور پچھلوں کے لئے پیشوا، مقامِ پناہ، جائے حفاظت اور قلعہ ہے۔

ہست درگاہِ بزرگش کشتیٔ عالم پناہ،

اس کی عالی بارگاہ سارے جہان کو پناہ دینے والی کشتی ہے

کس نہ گیرد در روزِ محشر جز پناہش دستگار

حشر کے دن کوئی بھی اسکی پناہ میں آنے کے بغیر نجات نہیں پائیگا

(آئینۂ کمالاتِ اسلام)

بدظنی سے بچو اور عفو و درگذر سے کام لو

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج سے چوالیس سال قبل جماعت کے افراد میں باہمی اتحاد و اتفاق کو قائم رکھنے کی تلقین فرماتے ہوئے احباب جماعت کو بدظنی سے بچنے اور عفو و درگذر سے کام لینے کی نصیحت فرمائی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات احباب کے افادہ کے لئے پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ان نصائح پر عمل کرنے اور باہمی اتحاد واتفاق کو زیادہ مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین (ادارہ)

"اتفاق اور اتحاد کو مٹانے والی کونسی باتیں ہیں؟ درحقیقت ان کی تفصیل مشکل ہے کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا جرم نہیں جو خواہ اخلاقی جرم ہو یا شرعی جس سے اتحاد کو خطرہ نہ ہو۔ اخلاقی جُرم کو شرعی جُرم سے علیحدہ کرنے کی یہ وجہ نہیں کہ اخلاق شریعت میں داخل نہیں بلکہ شرعی جرائم سے مراد وہ جرائم ہیں جو محض شریعتِ اسلام کے نزدیک جُرم ہیں اور اخلاقی وہ جرائم ہیں جن میں اسلام کے ساتھ دوسرے مذاہب بھی شامل ہیں۔ اور وہ مسائل بھی اخلاقی ہی کہلائیں گے جو فطرت سے متعلق ہیں۔ مثلاً اسلام کہتا ہے چوری نہ کرو، چوری کرنا اخلاقی جرم تو اس لئے ہوگا کہ تمام مذاہب میں چوری سے منع کیا گیا ہے اور شرعی اس لئے کہ اسلام بھی چوری سے روکتا ہے۔ اسی طرح اسلامی شریعت حکم دیتی ہے کہ جھوٹ نہ بولو، یہ شرعی جُرم ہے کیونکہ اسلام اس سے روکتا ہے۔ مگر اخلاقی بھی ہے کیونکہ سب مذاہب جھوٹ کے ترک کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ جھوٹ بولنا اخلاقی جرم ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام اخلاقی جرائم اور وہ جرائم جن سے فطرت نفرت کرتی ہے ان سے نفرت کی بنا شرائع نے ہی ڈالی ہے۔ پہلے پہل ایک نبی نے پیش کیا کہ یہ باتیں بُری ہیں ان سے بچو اور تمام انسانوں نے قبول کر لیا اس لئے یہ مسائل فطرت میں داخل ہو گئے۔ چونکہ یہ سب دنیا کے نزدیک مسلّم ہیں اس لئے یہ فطری مسائل ہیں۔

پس اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ تمام جرائم سے بچنے کی کوشش کی جائے اور شریعت نے جو حکم دیئے ہیں اُن پر عمل کیا جاوے کیونکہ بہت دفعہ اختلاف انہی باتوں سے پڑتے ہیں۔ مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ نماز پڑھی جائے

اب اگر کوئی شخص سوال کرے کہ نماز نہ پڑھنے سے کیسے اتحاد ٹوٹ سکتا ہے؟ تو اس کا یہ جواب ہے کہ گو یہ درست ہے کہ نماز پڑھنے والے پر نہ پڑھنے والے کا کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ مگر بالطبع اُس کو وہ بُرا معلوم ہوگا اور وہ خیال کرے گا کہ یہ شخص خدا اور رسولؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور گو باوجود دعویٰ محبت کے اُس راہ کو چھوڑتا ہے جو پسندیدہ ہے یعنی نماز نہیں پڑھتا۔ اس لئے پڑھنے والے کو نہ پڑھنے والے سے نفرت ہو جائے گی۔ یا ایک شخص روزہ نہیں رکھتا بظاہر روزہ رکھنے والے پر نہ رکھنے والے کا کچھ اثر نہیں لیکن جب وہ دیکھے گا کہ اسکے محبوب (خدا) کے احکام کی بے قدری کی جارہی ہے اور محبوب بھی وہ جس کی محبت کا مدعی بے قدری کرنے والا ہے تو اس کو اس سے نفرت ہو جائے گی۔ تو شرعی جرائم بھی خواہ براہِ راست دوسرے پر اثر نہ ڈالیں مگر ان کی وجہ سے محبت و تعلق اور اتحاد و اتفاق ٹوٹ جاتے ہیں۔

دوسرے اخلاقی جرائم ہیں اُن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جو خود اُس انسان کی ذات پر اثر کرتے ہیں، دوسرے وہ جو غیر پر بھی اثر ڈالتے ہیں۔ جو جرائم مجرم پر ہی اثر ڈالتے ہیں یہ قدرتی امر ہے کہ اُن کا ارتکاب کرنے والے شخص سے لوگ نفرت کرینگے کیونکہ جو کسی میں بُرائی دیکھے گا اُس سے پیچھے ہٹے گا۔ اور وہ جرائم جو دوسروں پر اثر ڈالتے ہیں اُن کا ارتکاب کرنے والوں سے بھی لوگ علیحدہ ہوں گے۔ مثلاً جو شخص قاتل ہے اُس سے نفرت کی جائے گی، جو غیبت کا عادی ہوگا اُس سے نفرت ہوگی کیونکہ وہ اپنے اس فعل سے لوگوں میں لڑائی ڈلواتا ہے۔ غرض جتنے اخلاقی عیب ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ ان سے نفرت ہوتی ہے اور وہ نفرت اتفاق کو توڑتی ہے۔

اِن تمام اخلاقی جرائم میں جو اتفاق و اتحاد کو توڑنے والے ہیں بڑا جُرم بدظنی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہوتی یونہی خیال کر لیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کا میرے متعلق یہ خیال ہے اور اِس طرح اُس سے عداوت کرنی شروع کر دی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس کا یقینی نتیجہ بے اتفاقی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے جماعتِ احمدیہ کو چھوڑا اور جو کبھی جماعتِ احمدیہ کی طرف منسوب تھے اب اُن میں احمدیت برائے نام ہے اُن کی علیحدگی کی وجہ بدظنی ہی ہے۔ اگر ان میں بدظنی نہ ہوتی تو وہ جماعت سے علیحدہ نہ ہوتے ..... یہ تمام بدظنی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس میں مبتلا ہو کر انسان کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے۔ مجھے اِس کا بڑا تجربہ ہے۔ مَیں روز دیکھتا ہوں کہ یہ خطرناک مرض ہے۔ حضرت صاحبؑ نے اِس سے بچنے پر بہت زور دیا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تو ثلث زندگی اِسی پر وعظ کرتے گزری۔ مَیں بھی تمہیں اکثر کہتا رہتا ہوں کہ بدظنی سے بچو۔ احمدی اور مسلم کیا اور بدظنی کیا۔ اِن کا آپس میں تعلق ہی کیا ہے۔ یونہی قیاس کر لیا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے جو فلاں بات کی ہے وہ عداوت سے کی ہے اور یہ محض بدظنی ہے۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ آٹے میں نمک مگر وہ سراسر نمک ہی ہوتا ہے آٹا تو ہوتا ہی نہیں۔ ان کی بدظنی

کی اکثر کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ اس سے بچو یہ سب سے بڑی بیماری ہے جو اتحاد و اتفاق کو توڑ دیتی ہے۔

دوسری چیز جو اتحاد کو توڑنے والی ہوتی ہے وہ عفو کی صفت کا موجود نہ ہونا ہے۔ جرم تو ہوتا ہے مگر اس کو عفو کرنا بھی ایک کام ہے۔ جب دیکھتے ہیں کہ کسی سے غلطی ہوتی ہے تو اس کو معاف نہیں کرتے۔ اس سے درگذر نہیں کرتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو تین دن تک غصہ کی وجہ سے نہیں بولتا اس کا ہم سے تعلق نہیں معمولی سی بات ہوتی ہے اس پر گفتگو چھوڑ دیتے ہیں اور مدتوں آپس میں نہیں بولتے۔ اوّل تو میں نے بتایا ہے کہ بدظنی سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسرے عفو اور درگذر کا نہ ہونا بھی خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر بدظنی ہو بھی تو عفو سے کام لینا چاہیئے ورنہ عفو کس غرض سے رکھا گیا ہے۔ سیاسی طور پر قطع کلام کرنا ایک سزا ہے لیکن بلے وجہ یا معمولی سی بات پر بولنا چھوڑ دینا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس کا نتیجہ شقاق اور افتراق ہے۔ میں جانتا ہوں ہمارے یہاں ایسے بعض لوگ موجود ہیں جو مہینوں بلکہ سالوں سے آپس میں نہیں بولتے اور پھر وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے عمل میں اور ان کے ایمان میں کوئی کمی نہیں اور اس کا نتیجہ اسلام کے لئے کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا۔ حالانکہ میں نے بتایا ہے کہ بعض گناہ ذاتی ہوتے ہیں کہ ان کا اثر محض اس شخص کی ذات تک ہوتا ہے خواہ بالواسطہ دوسروں پر بھی اثر ڈالے مگر یہ وہ گناہ ہے جو براہِ راست دوسروں پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ ایسا شخص جو دوسروں سے گفتگو ترک کرتا ہے اسلام میں تفرقہ ڈالتا ہے اور پھر وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں مسلم ہوں اور مخلص ہوں۔ اسلام کس چیز کا نام ہے؟ خالی اس تعلیم کا نام نہیں جو قرآن کریم میں ہے بلکہ اسلام اس جماعت کا بھی نام ہے جو اسلامی لوا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ خالی کتاب کیا چیز ہے اگر اس کی تعلیمات کا ظہور نہیں ہوتا یہ کتاب کیسے پھیلے اگر اسکے جھنڈا بردار نہ ہوں۔ جب مسلمانوں نے اس گر کو بھلا دیا اور آپس میں محبت و وداد کم ہو گیا تو دیکھ لو مسلمانوں کی کیا بری گت ہوئی۔ جو شخص ترکِ گفتگو کرتا ہے وہ اسلام پر حملہ کرتا ہے۔ دیکھو قرآن خدا کے علم میں موجود تھا مگر یہ دنیا کے لئے مفید نہیں تھا۔ یہ اسی وقت فائدہ مند ہوا جب خدا نے اُسے اپنے ایک بندے کے ذریعہ دنیا میں نازل فرمایا۔ پھر اس کو اٹھانے والی ایک جماعت ہوئی اور اسکی تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا۔ اس لئے ایسی جماعت میں تفرقہ ڈالنا اسلام میں فتنہ ڈالنا ہے۔ پس اس راہ سے بچو جس پر چل کر اسلام پر حرف آئے۔

یہ دو باتیں خاص طور پر مدنظر رکھنی چاہئیں۔ (۱) بدظنی نہ ہو (۲) درگذر ہو۔ جب یہ دونوں باتیں مدنظر ہوں تو پھر کبھی تفرقہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ یاد رکھو تمہیں اپنے رشتہ داروں، عزیزوں کی نسبت اسلام سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ تم دیکھو کہ خدا، رسولؐ اور قرآن کدھر ہیں۔ بدظنی کو چھوڑ دیا کرو اور عفو سے کام لیا کرو۔ اس کی وجہ سے تمام اختلاف دور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کے سمجھنے کی توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ر جون سنہ ۱۹۲۰ء مطبوعہ الفضل ۸ر جولائی سنہ ۱۹۲۰ء)

حکومتِ مغربی پاکستان کا ایک غیر منصفانہ اقدام

شہری و مذہبی حقوق سے افسوسناک بے اعتنائی

یہ امر ہر احمدی کے لئے انتہائی رُوح فرسا اور اذیّت ناک ہے کہ حکومتِ مغربی پاکستان نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سراسر معصوم اور بے ضرر علمی تصنیف الموسوم بہ "ایک غلطی کا ازالہ" شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ کو بحق سرکار ضبط قرار دے دیا ہے۔ ہماری دانست میں حکومت کا یہ نارَوا اقدام سراسر بے تدبیری اور کوتاہ اندیشی پر مبنی ہے اس لئے کہ یہ محض بالعموم شائع ہونے والی اَن گنت کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کی ضبطی کا سوال نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق پاکستان کی ایک نہایت وفادار، پابندِ قانون اور امن پسند مذہبی جماعت کے بنیادی شہری و مذہبی حقوق سے ہے۔ یہ وہ حقوق ہیں جو بلا استثناء دیگر باشندگانِ پاکستان کی طرح اُسے بھی از رُوئے آئین حاصل ہیں۔

حکومت نے کمال درجہ بے تدبیری سے کام لیتے ہوئے جس کتاب کو ضبط کرنے کا حکم دیا ہے

- وہ ایک معصوم و بے ضرر نہایت اہم علمی تصنیف ہے۔
- وہ احیاءِ غلبۂ اسلام کی علمبردار ایک عالمگیر مذہبی جماعت کے مامور من اللہ مقدس بانی کی مقدس تصنیف ہے۔ اس جماعت کے افراد کے لئے مقدس بانیٔ جماعت کے قلمِ معجز رقم اور زبانِ فیض ترجمان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ واجب الاحترام ہوتے ہوئے آسمانی علوم و معارف اور حکمت و دانش کا بھرپور خزینہ ہے اسی لئے وہ اپنی جماعت کے مقدس بانی کی تحریرات اور ارشادات و ملفوظات کے لفظ لفظ کو اپنی عزت و آبرو، اپنے مال، اپنی اولاد، اپنی جان، الغرض ہر عزیز سے عزیز شے سے بھی بڑھ کر عزیز سمجھتے ہیں اور بلاشبہ ان کے لئے جماعت کے مقدس بانی کی قلم اور زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ہی نہیں بلکہ ہر حرف جزوِ ایمان کی حیثیت رکھتا ہے۔
- پھر وہ کتاب حال ہی میں شائع نہیں ہوئی بلکہ آج سے قریباً پون صدی قبل کی تصنیف فرمودہ

ہے اور پون صدی کے اِس لمبے عرصہ میں اس کے بیسیوں ایڈیشن طبع ہو کر ہزاروں ہی نہیں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں اور احمدی اسے اپنے عقیدے کی بنیاد کے طور پر کمال درجہ عقیدت کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ مطالعہ کرتے اور اس سے دینی راہنمائی حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔

اِن حالات میں، اگر دیکھا جائے تو یہ محض کسی ایک نو تصنیف شدہ کتاب کی ضبطی کا سوال نہیں ہے بلکہ یہ ملکی آئین و حکومت کی ایک نہایت درجہ وفادار، پابندِ قانون اور امن پسند مذہبی جماعت کے اُن بنیادی شہری و مذہبی حقوق سے بے اعتنائی کا سوال ہے جو از روئے آئین اسے حاصل ہیں اور بجا طور پر حاصل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ تصانیف اور ارشادات و ملفوظات کو اپنے عقیدے اور ایمان کی رُو سے قرآن مجید اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد روحانی تسکین اور دینی و اعتقادی راہنمائی کا سب سے اوّل اور سب سے مقدم ذریعہ یقین کرتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اگر آسمانی علوم و معارف سے مملو ایسی لاثانی تصانیف میں سے ایک تصنیف کو پون صدی کا طویل عرصہ گزرنے کے بعد یکایک ضبط قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر آئینِ پاکستان میں دی گئی اِس حتمی ضمانت کی کیا قدر و قیمت اور وقعت باقی رہ جاتی ہے کہ :۔

"کوئی قانون کسی مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کو باز نہ رکھے گا کہ وہ اپنے عقیدے کے داعی ہوں، اُس پر عمل کرتے ہوں، یا اُس کی اشاعت کرتے ہوں۔ اِسی طرح کوئی قانون مانع نہ ہوگا کہ کسی مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کے لوگ اپنے مذہب کی راہنمائی حاصل کریں یا اپنے مذہب کے لئے یا مذہب کی اغراض کے سلسلہ میں درس گاہیں یا ادارے چلائیں۔"

(آئینِ پاکستان جزو دوم شق نمبر ۷ (الف))

آئین کی مذکورہ بالا دفعہ اِس امر کی آئینہ دار ہے کہ از رُوئے آئین، پاکستان میں ہر مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقہ اِس امر میں کلّی طور پر آزاد ہے کہ وہ اپنے مذہب کی راہنمائی حاصل کرے۔ اِس راہنمائی میں اُس کی بنیادی مذہبی کتب سے استفادہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ہر مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقہ خود اپنی ہی بنیادی کتب سے راہنمائی حاصل کرسکتا ہے نہ کہ دوسروں کی بنیادی کتب سے۔ اب جبکہ آئین میں دی گئی اِس حتمی ضمانت کے باوجود حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف فرمودہ کتب میں سے ایک کتاب کی ضبطی کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا بجز اِس کے اور کیا مطلب نکل سکتا ہے کہ اِس مذہبی جماعت کے افراد کو دینی راہنمائی کے ایک ایسے ذریعے سے محروم کیا جارہا ہے

جو اُن کے عقیدہ کی رُو سے اُن کے واسطے زندگی بخش جام اور آبِ حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمیں نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومتِ مغربی پاکستان بعض عاقبت نااندیش مشیروں کے کہنے پر عجلت میں ایک ایسا اقدام کر گزری ہے جس سے آئینِ پاکستان کی سراسر خلاف ورزی لازم آتی ہے اور جس کے نتیجہ میں ایک مذہبی جماعت کے اُن بنیادی شہری و مذہبی حقوق سے محروم ہو جانے کا احتمال ہے جن کی آئینِ پاکستان واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اُس کو ضمانت دیتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں حکومتِ مغربی پاکستان کا یہ غیر منصفانہ اقدام ایک وفادار، پابندِ قانون اور امن پسند مذہبی جماعت کے خیر خواہ افراد کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کے مترادف نہ ہوگا کہ ان کی وفاداری، قانون کی پابندی اور امن پسندی کے باوصف حکومت ان کے جائز دینی حقوق سے بے اعتنائی برتتے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی؟

ہم سمجھتے ہیں یہ ناگوار صورتِ حال اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ حکومت ایک طرف ہر مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کی اُن بنیادی کتب میں جن پر اُس کے اپنے مخصوص عقائد و نظریات کی بنیاد ہے اور جن سے وہ دینی امور میں قدم قدم پر رہنمائی حاصل کرتی ہے اور دوسری طرف اُن توضیحی اور تشریحی کتب میں جو فی الوقت لکھی جا رہی ہیں تفریق کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ہر مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کی بنیادی کتب جو اُس کے بانی اور دیگر ائمہ کی تحریر کردہ ہوں اور پہلے سے موجود چلی آرہی ہوں اُس مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کے نزدیک تقدس کی حامل ہوتی ہیں جنہیں وہ کمال درجہ عزت و احترام اور محبت و عقیدت کے گہرے جذبات کے ساتھ پڑھتے اور اُن سے رہنمائی و برکت حاصل کرتے ہیں۔ قریباً پون صدی کے طویل عرصہ کے بعد آج اگر ایسی بنیادی کتب میں سے کسی ایک کتاب کو نئے قانونی احتساب کی آڑ میں ضبط کرنا دراصل خواہ مخواہ اُس مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کو ایسی آزمائش یا اذیت میں ڈالنا ہے جو اُس کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہو سکتی۔

البتہ ازاں بعد فی زمانہ تصنیف ہونے والی توضیحی اور تشریحی کتب کا معاملہ دیگر ہے۔ نہ وہ کسی مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کے عقائد کی بنیاد ہوتی ہیں اور نہ اُنہیں بنیادی کتب کا سا تقدس حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایسی تشریحی کتب کے قبل ازیں متعدد ایڈیشن بغیر کسی اعتراض کے شائع نہ ہو چکے ہوں یعنی وہ پہلی بار ہی شائع ہوئی ہوں تو صرف ایسی کتابیں اس بات کی سزاوار ہیں کہ انہیں زمانہ حال کے مروجہ قوانین کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے اور از روئے انصاف جو امر خلافِ قانون ہو اُس پر گرفت کی جائے۔

اگر احتسابِ کتب میں یہ جائز بنیادی تفریق روا نہ رکھی گئی تو پھر کسی بھی مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقے کا بنیادی لٹریچر اپنی قدامت اور سالہا سال کی ثابت شدہ بے ضرر نوعیت کے باوجود محفوظ قرار نہیں پا سکتا اور نہ ہی عقیدے

اور دینی رہنمائی حاصل کرنے کی آزادی سے متعلق آئین میں درج شدہ ضمانت اپنے صحیح معنوں کی رُو سے قابلِ اعتماد ضمانت نہیں کہلا سکتی۔

صوبائی حکومت نے جس کتاب کی ضبطی کا حکم دیا ہے وہ حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر فرمودہ ہے اور جماعت کے اُس بنیادی لٹریچر کا حصہ ہے جس سے جماعت کے افراد کمال درجہ عزت و احترام اور محبت و عقیدت کے گہرے جذبات کے ساتھ دینی رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور جس کی بے ضرر نوعیت پون صدی کے طویل عرصہ میں کسی اعتراض کے بغیر بار بار اشاعت پذیر ہوتے چلے آنے سے آفتابِ نصف النہار کی طرح ثابت ہو چکی ہے۔ ہم دُکھے ہوئے مجروح دل کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ صوبائی حکومت کا یہ اقدام ہمارے لئے انتہائی طور پر رُوح فرسا اور اذیّت ناک ہے۔ ہم اسے اپنے اُن بنیادی شہری و مذہبی حقوق پر جو ازرُوئے آئین ہمیں حاصل ہیں ضربِ کاری تصوّر کرتے ہیں۔ پاکستان کے وفادار، پابندِ قانون اور امن پسند شہری ہوتے ہوئے ہمیں ازرُوئے آئین یہ حق حاصل ہے کہ ہم حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا کردہ لٹریچر کو جو ہمارے لئے قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بطور بنیادی لٹریچر کی حیثیت رکھتا ہے شائع کریں، اسے اپنے پاس رکھیں، اُس سے استفادہ کرتے ہوئے اُس سے رہنمائی حاصل کریں اور اس طرح ان عظیم الشان برکات کے وارث بنیں جو ہمارے اپنے عقیدہ کی رُو سے اس بنیادی لٹریچر کے بار بار اور بالاستیعاب مطالعہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اِس عظیم الشان روحانی لٹریچر کے کسی خفیف سے خفیف حصّہ سے ہمیں محروم کرنے کی کوئی بھی کوشش مداخلت فی الدین کے مترادف ہوتے ہوئے ہمارے لئے یکسر ناقابلِ برداشت ہے۔

چنانچہ ہم حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ضبطی کے حکم کو فی الفور واپس لے کر ایک بہت بڑی ناانصافی کا سدِّباب فرمائے اور اِس طرح دنیا پر ثابت کر دکھائے کہ پاکستان کا آئین اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے با تدبیر حکام ہر مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقہ کے بنیادی شہری و مذہبی حقوق کے صحیح معنوں میں محافظ ہیں اور اس بارہ میں کسی تفریق کے روادار نہیں ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت ضبطی کے ناروا حکم پر فی الفور نظر ثانی کر کے اسے جلد از جلد واپس لینے کے احکام صادر کر دے گی اور اِس طرح ایک وفادار، پابندِ قانون اور امن پسند مذہبی جماعت کے خیر خواہ افراد کی اُس تشویش اور اذیّت کو دُور کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گی جو اُسکے ایک غیر آئینی اور غیر منصفانہ اقدام سے طبعی طور پر انہیں لاحق ہوئی ہے

ہم اپنے خدا سے جو سب حاکموں کا حاکم اور قادر و توانا ہے دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے ہادی و رہنما اور مشکل کشا! تو ہماری حکومت کی رہنمائی فرما تا وہ اپنے غیر منصفانہ حکم کو فی الفور واپس لیکر رحمت و برکت

اور مومن و سعادت کے اس انمول خزانے کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش نہ کرے جسے تو نے اس آخری زمانہ میں دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے کے لئے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اے احکم الحاکمین! تو ایسا کر کہ ہمارے حاکموں کو جنہیں تو نے ہی اقتدار بخشا ہے تیری راہنمائی اور تائید و نصرت ہمیشہ حاصل رہے تا وہ ہمیشہ ہی حق و انصاف کی راہ پر گامزن رہتے ہوئے تیری دی ہوئی امانت کا پورا پورا حق ادا کر سکیں اور اس مملکتِ خداداد میں جس کے آئین میں ہر مذہبی جماعت یا گروہ یا فرقہ کو کامل مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے اسلامی اصول کا ہمیشہ ہی بول بالا رہے۔ آمین یا احکم الحاکمین +

عقدہ کشائی کا ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"ساری عقدہ کشائیاں دُعا کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں بھی اگر کسی کی خیر خواہی ہے تو کیا ہے صرف ایک دُعا کا آلہ ہی ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے کیا دوست کیلئے اور کیا دشمن کے لئے۔ ہم سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے بس میں ایک ذرّہ بھر بھی نہیں ہے مگر جو خدا ہمیں اپنے فضل سے عطا کر دے۔ انسان کو مشکلات کے وقت اگرچہ اضطراب ہوتا ہے مگر چاہیئے کہ توکل کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ دے ... اضطرابوں کا آنا تو انسانی اخلاق اور مدارج کی تکمیل کے واسطے ضروری ہے مگر انسان کو چاہیئے کہ یاس کو پاس نہ آنے دے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۰۲،۱۰۱)

ارضِ ربوہ

مکرم عبد المنان صاحب ناہید

ترا پیام پیامِ محمدِ عربی
ترے نظام سے برہم مزاجِ بولہبی

ترے نصیب ملا تجھ کو یہ ہجومِ سجود
متاعِ سوزِ دروں نالہائے نیم شبی

ترے مقام کی رفعت کی داستاں شاید
سمجھ سکے گی نہ اہلِ خرد کی بوالعجبی

کیا ہے آب دلوں کو تری حرارت نے
وہ آگ کیا تھی تری خاک میں رہی جو دبی

ترے فقیروں پہ وہ دن بھی آنے والا ہے
نہ ہو گی شاہوں کو بھی جب مجالِ بے ادبی

ترے فیوض کے چشموں سے بار ہا ناہید
مٹا کے آیا ہے قلب و نظر کی تشنہ لبی

انبیاءِ کرام اور اُن کے متبعین کا عمل و کردار

انتہائی بلندی اور انتہائی پستی کی دو واضح مثالیں

(حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے انصار اللہ کے نویں سالانہ اجتماع منعقدہ یکم نومبر تا ۳ نومبر ۱۹۶۳ء کے موقع پر اجتماع کے آخری روز انصار کو اختتامی خطاب سے نوازا تھا۔ افادۂ عام کی غرض سے آپ کا یہ نہایت ہی اہم خطاب ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جب ہم انبیاء علیہم السلام کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ماننے والوں نے دو راہیں اختیار کیں انہیں ہم دو متضاد انتہاؤں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو تسلیم و رضا اور قربانی و ایثار کی نہایت ارفع و اعلیٰ مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسری طرف تفریط کی راہ انکار و ابا اور پہلو تہی کی بدنما مثال کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور دیگر الہامات میں ان دونوں متضاد انتہاؤں کی واضح اور نمایاں مثالوں کا ذکر کر کے ہمیں ان سے آگاہ فرمایا ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی احادیث مبارکہ میں ان مثالوں پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

نافرمانی کی بدترین مثال

قرآن مجید نے تفریط کی ایک انتہائی بدنما مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمان قوم کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے:-

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا
عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ

اے میری قوم (یعنی قوم موسیٰ) تم اُس پاک کی ہوئی زمین
میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہے
اور اپنی پیٹھوں کے رُخ نہ لوٹ جانا ورنہ تم نقصان اٹھا کر
لوٹو گے۔ انہوں نے (جواب میں) کہا کہ اے موسیٰ! اس

وَإِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ج
فَإِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَإِنَّا دٰخِلُوْنَ ○
قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ
أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ
الْبَابَ ج فَإِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَإِنَّكُمْ
غٰلِبُوْنَ ج وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ قَالُوْا يٰمُوْسٰى إِنَّا
لَنْ نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا
فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ قَالَ رَبِّ إِنِّيْ
لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِيْ وَأَخِيْ فَافْرُقْ
بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○
قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِيْنَ
سَنَةً ج يَتِيْهُوْنَ فِي الْأَرْضِ ط فَلَا
تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○

(المائدہ آیات ۲۲ تا ۲۷)

(ملک) میں یقیناً ایک سرکش قوم رہتی ہے اور جب تک وہ لوگ اس میں سے نہ نکل نہ جائیں ہم اس میں ہرگز ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ ہاں اگر وہ اس میں سے نکل جائیں تو ہم یقیناً داخل ہو جائیں گے۔ (تب) جو لوگ اللہ سے ڈرتے تھے اُن میں سے دو شخصوں نے جن پر اللہ نے احسان کیا تھا انہیں کہا کہ تم ان پر (حملہ آور ہو کر) ان کے خلاف (چڑھائی کرتے ہوئے) اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو تم یقیناً غالب آجاؤ گے اور اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو۔ پھر (ہم کہتے ہیں کہ اسی پر) توکل کرو۔ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ جب تک وہ لوگ اُس میں ہیں ہم اس زمین میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے اس لئے تُو اور تیرا رب (دونوں) جاؤ اور (اُن سے) جنگ کرو ہم تو بہر حال اسی جگہ بیٹھے رہیں گے۔ (موسیٰ نے) کہا کہ اے میرے رب! میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی کے سوا کسی اور پر ہرگز تصرف نہیں رکھتا اس لئے تُو ہمارے درمیان اور باغی لوگوں کے درمیان امتیاز کر دے۔ (اللہ نے) فرمایا تو انہیں اس ملک سے چالیس سال تک کے لئے یقینی طور پر محروم کر دیا جاتا ہے۔ وہ زمین میں سرگرداں ہو کر پھرتے رہیں گے۔ پس تُو باغی لوگوں پر افسوس نہ کر۔

فی الوقت میں ان آیات کی تشریح کرنا نہیں چاہتا صرف دو ایک باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بشارت پا کر اپنی قوم سے کہا کہ اُس ارضِ مقدسہ میں داخل ہو جاؤ۔ بات یہ ہے کہ جب یہ حکم دیا گیا اُس وقت وہ ارض، مقدس نہیں تھی۔ اُس میں داخل ہونے کا حکم اسی لئے دیا گیا تھا کہ وہ زمین ناپاک تھی، وہ گناہوں سے بھری ہوئی تھی، وہاں کے رہنے والے اپنے رب کو بھول چکے تھے، اُس سے اپنا تعلق منقطع کر چکے تھے، اُس کے قرب کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور اُس کے لئے اپنے دلوں میں کوئی اخلاص نہیں رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے بندے موسیٰ سے کہا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اس زمین کو مقدس بناؤں پس

تو اپنی قوم سے کہہ دے کہ تم جاؤ اور اپنے خونوں سے اُس زمین کو مقدس بناؤ اور وہاں آباد ہو کر اُس کی فضا کو خدا تعالیٰ کے ذکر سے اُس کی تحمید سے اس کی تحمید سے اور اس کی تکبیر سے بھر دو۔ تمہارے ایسا کرنے سے وہ زمین مقدس بن جائے گی۔ پہلے وہ زمین مقدس نہیں تھی۔ اُس میں داخل ہونے کے بعد جب وہ خدا تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرتے تو وہ زمین مقدس ہو جاتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت ان سے کہا کہ ہم نے تم پر انعام کرنے کا فیصلہ کیا ہے سو تم اُس ارض میں داخل ہو اور اِس طرح داخل ہو کہ وہ زمین تمہارے خونوں سے سیراب ہو کر اور اُس کی فضا تمہارے ذریعہ ذکر الٰہی سے معمور ہو کر مقدس بن جائے۔

لیکن ہوا کیا؟ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔ انہوں نے خدائی حکم کے جواب میں کہا تو یہ کہا کہ اگر خدا تعالیٰ نے انعام کے طور پر ہمیں یہ زمین دینی ہے تو پھر ہمارا خون بہانے سے کیا مطلب؟ اے موسیٰ تیرا خدا اور تو جا اور اُس زمین پر قبضہ کر۔ جو قومیں وہاں رہتی ہیں اور جن کے متعلق تو کہتا ہے کہ وہ گنہ گار ہیں انہوں نے اپنے گناہوں سے اُس زمین کو ناپاک اور منحوس بنا دیا ہے تو جا کر اپنے خدا کی مدد سے ان کو ہلاک کر۔ جب وہ زمین ناپاک وجودوں سے خالی ہو جائے گی تو ہم ناکارہ اور قربانی سے جی چرانے والے "مقدس وجود" وہاں جا کر آباد ہو جائیں گے اور ہمارے وہاں جا کر آباد ہونے سے وہ زمین ارض مقدسہ بن جائے گی۔ یہ تھا وہ جواب جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے خدائی حکم سننے کے بعد دیا۔

ان کا یہ جواب سُن کر اللہ تعالیٰ نے کہا تمہارا کردار اور تمہاری ذہنیت اِس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ تمہیں کسی جگہ بھی آباد نہ کیا جائے اور کوئی جگہ بھی تمہارے وجود سے ناپاک نہ ہو۔ جب تک تمہارے وجود میں پاکی داخل نہیں ہو جاتی، جب تک تم صحیح معنوں میں پاک اور مطہر نہیں ہو جاتے اُس وقت تک کے لئے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ تم خانہ بدوشوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہو کیونکہ مُحَرَّمَةٌ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً کے تحت ہم نے چالیس سال کے لئے اُس زمین میں تمہارا داخلہ بند کر دیا ہے۔ اور يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ کے مطابق تم زمین میں سرگرداں ہو کر اِدھر اُدھر پھرتے رہو گے۔ اُن کی نافرمانی کی اُنہیں یہ سزا ملی۔

چالیس سال کا زمانہ ہمیں اِس طرف متوجہ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُس نافرمان قوم سے کہا کہ تمہاری نسل سے یہ انعام واپس لیا جاتا ہے۔ اب ایک اور قوم پیدا ہو گی۔ وہ ہو گی تمہیں میں سے لیکن ہو گی ایک نئی قوم۔ اُسے اِس انعام کا وارث بنایا جائے گا۔ وہ بچے جو آج کے بعد پیدا ہوں گے اور دس یا پندرہ سال بعد اِس حال میں تم سے تربیت حاصل کریں گے کہ مسلسل دس پندرہ سال تک سرگرداں رہنے اور مارے مارے پھرنے کے بعد تمہارے اندر ندامت کا احساس پیدا ہو چکا ہو گا اور تم یہ سمجھ چکے ہو گے کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے اور اپنے آپ کو ایک بڑی اور عظیم الشان نعمت سے محروم کر لیا ہے تو وہ تربیت یافتہ بچے بڑے ہو کر اس بات

کے اہل بن جائیں گے کہ ہم انہیں اپنے انعام سے نوازیں۔ دس پندرہ سال بعد تمہارے اندر یہ احساس پیدا ہوگا کہ اگرچہ ہم اس نعمت سے محروم ہوگئے ہیں ہمارے بچوں کو تو اس نعمت سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔ اس احساس کے ساتھ تم جس قوم کی تربیت کروگے وہ، وہ قوم ہوگی جو ارضِ مقدس میں داخل ہونے کے لئے اپنے خون بہائے گی اور اپنے خون سے سیراب کرکے اُسے مقدس بنائے گی۔ وہ، وہ قوم ہوگی جس کے دل کی گہرائیوں سے ذکرِ الٰہی بلند ہوگا جو خدا کی حمد کرنے والے اُس کی بڑائی اور کبریائی بیان کرنے والے، اُس کی عظمت کو ظاہر کرنے والے اور اُس کے جلال کو دنیا میں قائم کرنے والے ہوں گے۔ وہی وہ قوم ہوگی جو اِس انعام کو حاصل کرے گی۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم اپنی ذہنیت، اپنے کردار اور اپنے انکار کی وجہ سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ سو قربانی و ایثار سے پہلو تہی اور نافرمانی کی یہ وہ بدترین مثال ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی اِن آیات میں کیا ہے۔

اطاعت، فرمانبرداری اور فدائیت کا اعلیٰ ترین نمونہ

اِس کے بالمقابل ایک دوسری انتہا یعنی تسلیم و رضا، اطاعت و فرمانبرداری اور محبت و فدائیت کی بہترین اور اعلیٰ ترین مثال جو تاریخ عالم میں ہمیں نظر آتی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی کی مثال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر یہ اعلان فرمایا کہ میں تمام جہان کے لئے یعنی دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا یعنی ایک چھوٹا سا چند ہزار مربع میل کا رقبہ نہیں بلکہ دنیا کا ہر ملک اور ہر وہ جگہ جہاں دنیا کی کوئی نہ کوئی قوم رہتی ہے بر اعظم بھی اور چھوٹے چھوٹے جزائر بھی سب کو میرے لئے مسجد بنایا گیا ہے یعنی اور تمہاری غرض دنیا کے چپہ چپہ کی تقدیس ہمارا کام ہے۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر خدا تعالیٰ کا نام بلند کرکے ہم نے وہاں اپنی پیشانیوں کو رگڑنا ہے۔ اور جب زمین ہماری سجدہ گاہ بنے گی تو وہ پاک ہو جائے گی۔ تب ایک نیا آسمان ہوگا اور نئی زمین ہوگی۔ نئی زمین اِن معنی میں کہ اُس وقت ساری زمین پر خدائے واحد کا نام لیا جائے گا۔ اور نیا آسمان اِن معنی میں کہ آسمانوں کے وہ دروازے جو پچھلی قوموں نے اپنے پر بند کر لئے تھے اُن کے قفل کھول دیئے جائیں گے۔ اس اعلان کے ذریعہ سے آپؐ نے صحابہؓ کو باور کرایا کہ اِن دروازوں میں سے جس دروازہ پر بھی تم دستک دوگے وہ دروازہ تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ جب تم دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ گے تو گویا دعا کے دروازے پر تمہاری دستک ہوگی سو وہ دروازہ آسمان کا کھل جائے گا اور تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔ اسی طرح معجزات، نشانات اور تائیداتِ آسمانی کے دروازے کھولے جائیں گے

اور آسمان سے فرشتے نازل ہو کر تمہاری مدد اور نصرت کریں گے۔ الغرض آسمان کے وہ سارے دروازے جو قبولیتِ دعا کے ہیں، جو رؤیا و کشوف کے ہیں، جو معجزات اور نشانات کے ہیں۔ جو پیشگوئیوں اور بشارتوں کے ہیں، جو فرشتوں کے نازل ہونے اور دلوں میں تسکین پیدا کرنے کے ہیں، جو دشمنوں کے دلوں پر خوف طاری کرنے کے ہیں ان میں سے آسمان کا ہر دروازہ جو پہلے مقفل تھا وہ کھول دیا جائے گا۔ ان دروازوں کے کھل جانے سے گویا ایک نیا آسمان معرضِ وجود میں آجائے گا۔ اسی طرح یہ زمین بھی ایک نئی زمین ہوگی کیونکہ اس کے کونہ کونہ اور چپہ چپہ سے خدا تعالیٰ کا ذکر بلند ہو رہا ہوگا، اُس کے نام کی عظمت ظاہر ہو رہی ہوگی۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس نئی زمین اور نئے آسمان کا وعدہ مسلمان کو دیا گیا۔ بنی اسرائیل کو تو ایک چھوٹی سی زمین فتح کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ وہ کام اس اتنے بڑے اور عظیم الشان کام کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا کہ مسلمانوں نے دنیا کے ہر ملک کو فتح کرنا ہے اور کرنا بھی ہے اپنے رب کے لئے۔ یہاں ایک چھوٹی سی جگہ کو فتح کرنے کا سوال نہیں ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو حکم دیا گیا تھا یہاں تو ساری دنیا کو فتح کرنے کا حکم ہے۔ قومِ موسیٰ کے بالمقابل کتنا بڑا کام ہے اور کتنی بڑی ذمہ داری ہے جو اُمتِ مُسلمہ کے کندھوں پر ڈالی گئی۔

یہ اُسی عظیم الشان کام اور عظیم الشان ذمہ داری کا ردِ عمل تھا کہ جب بدر کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ دنیا کی نگاہیں اس وقت اس بات پر ہیں کہ تم تعداد میں تھوڑے ہو، کمزور ہو، بھوکے ہو، تمہاری تلواریں ٹوٹی ہوئی ہیں، تمہارے نیزے گند ہیں، تمہارے پاس سواریاں نہیں ہیں صرف ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہی تو ہیں۔ پھر تمہیں غذا بھی پوری کا میسر نہیں۔ تمہارے مقابلہ پر کفارِ مکہ کا لشکرِ جرار کھڑا ہے جو تعداد میں تم سے تین گنا زیادہ ہے اور سواریوں کے لحاظ سے دس گنا زیادہ ہے کیونکہ ۷۰ کے مقابلہ میں ۷۰۰ اونٹ اُن کے پاس ہیں اور ستر گھوڑے ان کے علاوہ ہیں۔ پھر جن کے نیزوں کی انیاں تیز اور چمکدار اور دل میں خوف پیدا کرنے والی ہیں، جن کی تلواریں بہترین لوہے کی بنی ہوئی ہیں اور وہ ہاتھ جو ان تلواروں پر ہیں وہ عرب کے مانے ہوئے سرداروں کے ہاتھ ہیں۔ دنیا کی نگاہیں ظاہری سامانوں کے اس باہمی تقابل کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ رہی ہیں کہ اپنے ایمان اور اخلاص کی بناء پر خدا تعالیٰ کے اُن وعدوں پر جو اُس نے تم سے کئے ہیں تمہاری نظر ہے یا نہیں؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب یہ تھا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کی حقانیت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہے۔ یہ فوج کیا چیز ہے۔ دنیا کی ظاہر بین نگاہ میں تو یہ امکان بھی آسکتا ہے کہ شاید ہار جائیں یا جیت جائیں یا اگر جیتنا ممکن نہ ہو تو شکست اتنی فاش نہ ہو کہ ہم کُلّی طور پر تباہ ہو جائیں۔ ہمارے دلوں کی کیفیت تو یہ ہے کہ آپ اگر حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں جو قطعی اور یقینی موت ہے ہم اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ آپ کے ایک اشارے پر اس طرح موت کے مُنہ میں چلے جائیں۔

سو یہ دوسری انتہا تھی یعنی اطاعت اور فدائیت کی بہترین مثال جو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے اور کسی نبی کی قوم نے نہ دکھائی۔ انہوں نے محض زبان سے دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود اور اسلام کی شکل میں انہیں جو نعمت دی گئی تھی اس کی انہوں نے قدر و منزلت کو سمجھا اور ہر وہ قربانی دی اور پورے انشراح صدر کے ساتھ دی جس کا ان سے مطالبہ کیا گیا۔ اُن کے اس انتہائی بلند کردار اور اعلیٰ ترین ذہنیت کے نتیجہ میں دنیا نے یہ نظارہ دیکھا کہ یہ مسکین لوگ یہ نادار و غریب لوگ جن کی غربت کا یہ حال تھا کہ جب عبادت میں اپنے رب کے سامنے جھکتے تھے تو عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ذرا دیر کے بعد سجدوں سے سر اٹھایا کرو کیونکہ تمہارے سامنے مردوں کی جو صفیں ہیں اُن کے تن پوری طرح ڈھکے ہوئے نہیں ہیں اور سجدہ کرتے وقت وہ ننگے ہو جاتے ہیں، یہی مسکین اور غریب لوگ دیکھتے ہی دیکھتے بحر و بر کے مالک بن گئے۔ یہ ایک نادار اور بے کس اور بے بس قوم تھی لیکن جب انہوں نے اپنے خدا کی آواز پر والہانہ لبیک کہا اور اُس انعام کی دل سے قدر کی جو خدا تعالیٰ انہیں دینا چاہتا تھا، جب انہوں نے اپنے دلوں کو اخلاص سے بھر لیا، جب انہوں نے اپنے اعمال کو صلاحیت کے روغن سے پالش کر کے درخشندہ بنا دیا اور خدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بن گئے اور اُس کی صفات کے مظہر بن گئے تب یہی لوگ دنیا کے جس میدان میں بھی نکلے فتح و ظفر ان کے قدم چومتی چلی گئی، جہاں بھی گئے قلیل التعداد ہونے کے باوجود فاتح کی حیثیت سے گئے۔ بدر کا میدان تو ایک ابتدا تھی۔ خدا تعالیٰ نے صدیوں تک اُن کے ساتھ یہی سلوک کیا اور دنیا صدیوں تک اُن کی فتح و ظفر کا نظارہ دیکھتی چلی گئی۔ قیصر و کسریٰ کو انہوں نے زیر کیا، افریقہ پر وہ چھا گئے، سپین کو انہوں نے فتح کیا، سسلی کو انہوں نے اپنا زیر نگیں بنایا۔ اِدھر مشرق کا رُخ کیا تو ہندوستان چین اور اُس کے اُوپر کے علاقوں میں گھستے چلے گئے حتیٰ کہ روس کے ایک بڑے علاقے میں بھی جا گھسے۔ جہاں بھی گئے تھوڑی تعداد میں گئے، کمزور حالت میں گئے لیکن اِس یقین کے ساتھ گئے کہ ہم کمزور ہونے کے باوجود فتحیاب ہوں گے، اور اِس لئے فتحیاب ہوں گے کہ جس خدا پر ہم ایمان لائے ہیں اور جس کی اطاعت کو ہم نے لازم پکڑا ہے وہ کمزور نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم فاتح ہو قدم بڑھاتے ہوئے فاتحانہ انداز میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ مشرق و مغرب میں فاتحانہ انداز میں بڑھتے چلے گئے۔ انہوں نے ملک ہی فتح نہیں کئے بلکہ قوموں کے دلوں کو بھی فتح کر دکھایا۔

احیاء و غلبۂ اسلام کی ایک نئی بنیاد

اس کے بعد بدقسمتی سے مسلمانوں پر پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں رہا۔

اُن کے دل اخلاص سے خالی ہوگئے۔ قرآن کو انہوں نے مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ خدا تعالیٰ کو جو قادرِ مطلق ہے وہ ایک انسان کی طرح عاجز و مجبور ہستی سمجھنے لگے۔ قبولیتِ دُعا کے وہ منکر ہوگئے۔ الٰہی تائیدات کو تمسخر اور تحقیر کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اِس طرح انہوں نے اپنے پر آسمان کے دروازے بند کر لیئے۔ وہ زمین جس کو انہوں نے اپنے خون سے، وہ زمین جس کو انہوں نے اپنی زبانوں سے، وہ زمین جس کو انہوں نے اپنے دل کے اخلاص سے، وہ زمین جس کو اُنہوں نے اپنی عداوت دنیوی و ہانت و فراست سے پاک کرنا اور مقدّس بنانا تھا اُسے اُنہوں نے اپنے اعمال و اخلاق اور عقیدہ کے بگاڑ کی وجہ سے منحوس قرار دے ڈالا۔ جب وہ خود ہی بگڑ گئے تو پھر اُن کے لئے یہ زمین، وہ زمین نہ رہی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدا کردہ تھی اور نہ اُن کے لئے وہ آسمان، آسمان رہا جس کے دروازے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کھولے گئے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمایا جو آپؐ کا عاشق صادق تھا اور فنا فی الرسولؐ کے ایسے مقام پر پہنچا ہوا تھا کہ جس مقام تک نہ اُس سے پہلے کبھی کوئی پہنچا اور نہ آئندہ قیامت تک کوئی پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ وہ اُس کے ذریعہ سے اسلام کو پھر دنیا میں غالب کرے گا اور اسلام پھر اُسی شان کے ساتھ تمام دنیا پر چھا جائے گا جس شان کے ساتھ اُس نے آج سے تیرہ سَو سال پہلے دنیا پر محیط ہو کر اخلاص سے، محبت سے، ہمدردی سے، خدا ترسی سے اور قربِ الٰہی کے بل پر حکومت کی تھی۔ اسی حکومت کے ازسرِنو احیاء اور قیام کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا

اسلام کی اِس عالمگیر حکومت کے ازسرِنو قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو چُنا ہے۔ آپ جو اپنے آپ کو احمدیت کی طرف منسوب کرتے ہیں، آپ جو دعویٰ رکھتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے محبت ہے، آپ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اُن تمام بشارتوں پر ایمان لائے ہیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیں، آپ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حَکَم تسلیم کرتے ہیں اور آپؑ کے حکم کے آگے ہماری گردنیں خم ہیں، آپ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے ہمارے دلوں میں اسلام کی محبت جوش مار رہی ہے، آپ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے دل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فدائیت میں تڑپ رہے ہیں، آپ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ اِس لئے ہر دم اور ہر آن بے چین رہتے ہیں کہ خدا کی توحید دُنیا سے مٹ چکی ہے، آپ اور صرف آپ ہی ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بشرطیکہ آپ اپنے عہدوں کو پُورا کرنے والے ہوں اسلام کو پھر دنیا میں غالب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُس ارضِ مقدّس کی طرح جو موسیٰؑ کی قوم کو دی گئی تھی چھوٹی سی بشارت نہیں دی۔ آپ کو تو اتنی زبردست اور عظیم الشان بشارتیں دی گئی ہیں کہ جب انسان ان کو پڑھتا ہے تو ایک طرف اُسے اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کا احساس ہوتا ہے اور دوسری طرف

خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرتوں اور طاقتوں کا احساس بھی اُس کے دل میں پیدا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اُن بشارتوں میں سے چند بشارتیں اِس وقت میں آپ کو سُنانا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان بشارتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

(۱) "سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں گواہی دوں اور میری گواہی بے وقت نہیں بلکہ ایسے وقت میں ہے جبکہ دنیا میں مذاہب کی کُشتی شروع ہے۔ آخر کار اسلام کو غلبہ ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے مُنہ میں ڈالا ہے۔ زمین کے لوگ یہ خیال کرتے ہوں گے کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دُنیا میں پھیل جائے یا بُدھ مذہب دنیا پر حاوی ہو جائے۔ مگر وہ اِس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ تو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔" (ملفوظات)

(۲) "میں ہر دم اِس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے ..... میں کبھی کا اِس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا آقا قادر و توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھُوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اُس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اَب اُس نے چاہا ہے کہ (دلائل اور براہین کے ذریعہ) ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے سو اَب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے۔ اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ نہ وہ ٹوٹے گا اور نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔" (اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

(۳) "خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر اک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہانتک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پُورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو۔ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صہ۲۱)

(۴) "خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ مَیں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بُلاؤں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا۔ اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلّت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا اُنہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے ..... وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو، اگر تمہیں اُس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو

(اور ہرگز پیش نہ کرسکو گے) تو اُس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

احیاءِ و غلبۂ اسلام کے ضمن میں ہماری ذمہ داری

یہ چند اقتباسات مختصراً میں نے آپ دوستوں کے سامنے اس لئے رکھے ہیں کہ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ساتھ آپ کے رب نے کس قدر محبت کے وعدے کئے ہیں اور آپ کی عظمت کو (بوجہ اس کے کہ آپ خدا کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں) دنیا میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ آپ ہی وہ گروہ ہوں گے جن کی وجہ سے اور جن کی کوششوں اور جن کی قربانیوں کے نتیجہ میں اور جن کے اخلاص اور ایثار کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ تمام دنیا میں اسلام کو غلبہ دے گا اور آپ ہی وہ جماعت ہوں گے جو نئی زمین بنانے والے ہوں گے اور آپ ہی وہ لوگ ہوں گے جو آسمان کی بلندیوں پہ چڑھ کر اس کے ہر دروازہ پر دستک دیں گے اور آپ کے لئے ہر دروازہ کھولا جائے گا۔ اب آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ آیا آپ نے اپنے رب کو موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ جواب دینا ہے کہ جا تو اور تیرا رب لڑ، ہم اس قربانی کے لئے تیار نہیں یا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرح اپنے رب سے یہ کہنا ہے کہ تیرے بندہ نے تو ہم سے بہت تھوڑی قربانیاں لی ہیں اگر یہ ہمیں حکم دے تو ہم اپنا سارا مال، اپنا سارا وقت اور اپنی ساری عزتیں تیری راہ میں قربان کر دیں گے اس لئے کہ تیرا نام دنیا میں بلند ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا نعرہ تمام دنیا میں گونجنے لگے۔ اے خدا! تو ہمیں ایسا ہی بنا۔

اخلاص اور وفاداری کا انعام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہر مومن کا یہی حال ہوتا ہے۔ اگر وہ اخلاص اور وفاداری سے اس کا ہو جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اس کا ولی بنتا ہے۔ لیکن اگر ایمان کی عمارت بوسیدہ ہے تو پھر بے شک خطرہ ہوتا ہے۔ ہم کسی کے دل کا حال نہیں جانتے، سینے کا علم تو خدا کو ہی ہے مگر انسان اپنی خیانت سے پکڑا جاتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے معاملہ صاف نہیں تو پھر بیعت فائدہ دیگی نہ کچھ اور۔"

(ملفوظات جلد پنجم صلا)

زندگی کی سب سے بڑی سعادت

(محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت۔ دی ہیگ)

حالی ہی میں ماہنامہ "نقوش" لاہور کا قریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل "آپ بیتی نمبر" شائع ہوا ہے۔ محترم ایڈیٹر صاحب "نقوش" نے محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے بھی آپ بیتی کے رنگ میں ایک مضمون رقم فرمانے کی درخواست کی تھی۔ مدیر محترم کے خط کے جواب میں چوہدری صاحب موصوف نے جو مکتوب گرامی ان کے نام ارسال فرمایا اُسے اُنہوں نے "آپ بیتی نمبر" میں شائع کر دیا۔ یہ بیش قیمت مکتوب ماہنامہ "نقوش" کے شکریہ کے ساتھ ہم ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ (ادارہ)

نیویارک

۲۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب نقوش!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے ارشاد مورخہ ۹ ستمبر کی تعمیل میں گزارش ہے کہ خاکسار بنام ظفر اللہ خاں سیالکوٹ میں ۶ فروری ۱۸۹۳ء مشیتِ ایزدی کے ماتحت خلعتِ حیات کے ساتھ نوازا گیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اللہ تعالیٰ کا مزید بے پایاں احسان یہ ہوا کہ خاکسار کے والدین سادہ، منکسر مزاج، بنی نوع اور خصوصاً مساکین و غرباء کے ہمدرد اور خادم تھے۔ شرک سے بیزار، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے اور اس سے ڈرنے والے اپنے فرائض دینی اور دنیوی کی بجا آوری میں مستعد۔ میری والدہ بفضل اللہ صاحبہ رؤیا و کشوف تھیں۔ دین کی غیرت اور خدا کا خوف خاکسار نے ماں کے دودھ کے ساتھ پیا۔ ہر چند کہ خاکسار نہایت عاجز، عاصی اور تقصیر وار ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی چنگاری سے خاکسار کا دل ہمیشہ روشن اور گرم رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس نحیف، عاجز، ناتواں، عاصی بندہ پر اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات کی پیہم بارش کا ایک جاذب سبب خاکسار کی والدہ صاحبہ کی پُر درد پُر سوز دعائیں بھی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ

مبارک الجنّۃ تحت اقدام اُمّھتکم کی حقیقت کو اپنی والدہ صاحبہ کے قدموں میں شناخت کیا۔ والدہ صاحبہ کے متواتر رؤیا و کشوف کے ذریعہ ہی خاکسار کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت نصیب ہوئی یعنی خاکسار نے ۱۴½ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور سلسلہ احمدیہ سے وابستگی نصیب ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب ستر سال کی عمر میں زندگی کی آخری منازل طے ہو رہی ہیں۔ دل کی حالت بیم و رجا کی ہے۔ اپنی خطاؤں اور تقصیروں کے تصور سے رُوح کانپتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں غفران و رحمت کے وعدوں سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عفو، بخشش، چشم پوشی اور ذرہ نوازی پر بھروسہ کئے ہوئے حافظ شیرازی کا ہمنوا ہوں ؎

این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست
روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم

والسلام

خاکسار ظفر اللہ خان

(نقوش - آپ بیتی نمبر - جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۹۶۲)

اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کمی کسی قوت میں ہو اُسے اُس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۶)

"ہر ایک بات کہنے سے پہلے سوچ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا"

(المسیح الموعودؑ)

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

"شُترِ بے مہار" کی ضرب المثل آپ نے سنی ہوگی، ایک ایسا اونٹ جو مہار کے بغیر ہو جادۂ استقامت پر نہیں چلتا بلکہ اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے اور اکثر اوقات راستہ گم کر بیٹھتا ہے۔ مومن جو ایک منظم جماعت کے افراد ہوں اُن کی مثال با مہار اونٹوں کے گلہ کی سی ہے جو ہار کے موتیوں کی طرح ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ انکی کوئی حرکت و سکون آزاد نہیں ہوتی بلکہ ایک نظام کے تحت ہوتی ہے۔ ان کے افعال اور اعمال ایک خاص تنظیم کے ماتحت ان سے سرزد ہوتے ہیں اور ان کے کان، ان کے ہاتھ، ان کی زبان اور دل و دماغ ایک مخصوص نہج پر کام کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں تو یکساں طور پر اور کام کرتے ہیں تو ایک رنگ میں۔ وہ ایک اشارہ پر اُٹھتے اور ایک اشارہ پر بیٹھتے ہیں کیونکہ ان کی فلاح و نجات کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔ وہ تھوڑے ہو کر بہتوں پر غالب آجاتے ہیں، مشکلات کے باوجود کامیاب ہو جاتے ہیں اور کمزور اور بے بس ہونے کے باوجود منزلِ مقصود تک جا پہنچتے ہیں، اِس طرح کہ بھیڑوں بکریوں کی طرح منتشر دنیا ان کے کارناموں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے اور ان کی ناچیز کوششوں کے شاندار نتائج کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔

مومنوں کی منظم جماعت کا مدار تقویٰ پر ہوتا ہے وہ ہر بات سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ یہ تقویٰ کے خلاف تو نہیں اور ہر کام سے پہلے غور کرتے ہیں کہ کہیں یہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب تو نہیں ہوگا۔ اِسی لئے خدا تعالیٰ انکی باتوں میں اثر پیدا کر دیتا ہے اور ان کے کاموں کو بابرکت بنا دیتا ہے۔ مومن تقویٰ ہی کو اپناتا اور اسی میں راحت محسوس کرتا اور سکون پاتا ہے۔ وہ تقویٰ ہی سے وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے جو بادشاہوں کو ان کے محلوں میں بھی نصیب نہیں ہوتا۔ راحت، مال و دولت سے نہیں بلکہ تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک متقی انسان ایک جھونپڑی میں بیٹھا ہوا وہ لذّت و سرور اور آرام پا رہا ہوتا ہے جو دولت مندوں کو دولت کدوں میں بھی میسّر نہیں آتا مگر تقویٰ کی راہ پر چلنا آسان کام نہیں ہے۔ ایک متقی انسان اپنے اُوپر بہت سی پابندیاں عائد کر لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"معلوم کرنا چاہیئے کہ تقویٰ کے بہت سے شعبے ہیں جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں تقویٰ تمام جوارح انسانی اور عقائد زبان اخلاق وغیرہ سے متعلق ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۲۲)

گویا تقویٰ تمام جوارح انسانی مثلاً آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اور دل و دماغ پر ایک پابندی عائد کر دیتا ہے۔ ایک متقی انسان کی آنکھ کسی ایسی چیز پر نگاہ نہیں ڈالتی جسے دیکھنے کی خدا نے اجازت نہ دی ہو۔ اس کے کان کسی ایسی بات کے سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے جس کے سننے سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ اس کے ہاتھ کسی ایسی حرکت کے لئے تیار نہیں ہوتے جس سے خدا ناراض ہوتا ہو۔ اس کے پاؤں کسی ایسی جگہ جانے پر رضامند نہیں ہوتے جہاں جانے سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہو۔ اور اس کا دل اور دماغ کسی ایسے خیال کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا جو شیطانی خیال ہو اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اسی طرح وہ کسی ایسے خلق کو اپنے اندر پیدا ہونے نہیں دیتا جو رحمانی صفات کے خلاف ہو۔

ان میں سے سب سے نازک معاملہ زبان کا ہے۔ ایک کلمۂ کفر تمام نیکیوں کو ضائع کرنے اور حبطِ اعمال کا باعث بن جاتا ہے اس لئے بات کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہیئے کہ کہیں یہ تقویٰ کے خلاف تو نہیں، خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تو نہیں، اس کی بنیاد شیطانی وسوسہ پر تو نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"زبان سے ہی انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے، زبان سے تکبّر کر لیتا ہے اور زبان سے ہی فرعونی صفات آجاتی ہیں اور اسی زبان سے پوشیدہ اعمال کو ریاکاری سے بدل لیتا ہے اور زبان کا زیان بہت جلد ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صـ۴۲۳)

ایک انسان جو رات بھر تہجد کے نوافل ادا کرنے اور ذکر الٰہی کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ اسے خدا کی دین اور اس کا خاص فضل سمجھ کر دن کے وقت اُسکے حضور زیادہ جُھکے مگر بعض اوقات عبادت گزاری اور شب بیداری اس کے دل میں غرور کے جذبات پیدا کر دیتی ہے اور وہ اُس پر ناز کرتے ہوئے کبر سے کام لینا شروع کر دیتا ہے یا دوسروں پر رعب جمانے کے لئے ان کے سامنے اس کا اظہار کر دیتا ہے جو خدا کے نزدیک پسندیدہ امر نہیں۔ یہ کبر اور ریاکاری اس کی نیکی کو ایک لمحہ میں ضائع کر دیتی ہے اور خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے کا باعث بن جاتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔ بسا اوقات تقویٰ کو دُور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ مَیں نے یوں کہا اور ایسا کہا حالانکہ وہ بات بُری ہوتی ہے۔ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک بزرگ کی کسی دنیادار نے دعوت کی۔ جب وہ بزرگ کھانا کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر سے کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا دوسرا تھال بھی لانا جو دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا تُو تو بہت ہی قابلِ رحم ہے ان تین فقروں میں تُو نے اپنے تینوں حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تُو اس

امر کا اظہار کرے کہ تُو نے تین حج کئے ہیں۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۲۲)

ذرا غور فرمائیے تین حج ادا کرنے میں کتنا روپیہ اور کتنا وقت صرف ہوا ہوگا پھر ان تین حجوں کے ایام میں ذکرِ الٰہی اور عبادات میں اُس نے کتنا وقت گزارا ہوگا مگر تین حج ادا کرنے کا ثواب اُس نے دکھاوے کیلئے محض ایک لمحہ میں ضائع کر دیا۔ کتنا عظیم نقصان ہے جو اُسے محض ایک غیر محتاط بات کرکے برداشت کرنا پڑا اور کس قدر بدنصیب ہے وہ جس نے ان عظیم نیکیوں پر ایک لمحہ بھر میں پانی پھیر دیا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

"متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔ اُس کے مُنہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جو تقویٰ کے خلاف ہو۔ پس تم اپنی زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ زبانیں تم پر حکومت کریں اور اناپ شناپ بولتے رہو۔ ہر ایک بات کہنے سے پہلے سوچ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت اسکے کہنے میں کہاں تک ہے۔ جب تک یہ نہ سوچ لو مت بولو۔ ایسے بولنے سے جو شرارت کا باعث اور فساد کا موجب ہو نہ بولنا بہتر ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل حاشیہ صفحہ ۴۲۳)

پس ہم جو جماعت احمدیہ ایسے منظم سلسلہ میں منسلک ہیں اور ایک ہاتھ پر اپنا سب کچھ بیچ چکے ہیں ہمیں ہر وقت یہ امر مدِنظر رکھنا چاہیئے کہ ایک تنظیم سے وابستہ ہو کر ہم نے اپنے دل و دماغ، اپنی زبان اور دیگر جوارح پر ایک پابندی عائد کر لی ہے اس لئے ہمیں ہر آن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر ارشادات ملحوظِ خاطر رکھنے چاہئیں اور کوئی بات (اعتراض، نکتہ چینی یا اظہارِ رائے) غیر محتاط طور پر نہیں کرنی چاہیئے۔ بات کرنے سے پہلے بار بار سوچ لینا چاہیئے کہ اس میں سے ریا، تکبّر اور خود پرستی یا خود رائی کی بُو تو نہیں آتی، یہ بات نظامِ سلسلہ کے خلاف تو نہیں، اس سے کوئی فتنہ پیدا ہونے کا احتمال تو نہیں، یہ بات کسی فساد اور خرابی کے پیدا کرنے اور سلسلہ کے وقار کو صدمہ پہنچانے کا باعث تو نہیں ہوگی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں "ایسے بولنے سے جو شرارت کا باعث اور فساد کا موجب ہو نہ بولنا بہتر ہے" کہ یہی تقویٰ کا اقتضاء ہے۔

سلسلۂ نظام میں چھوٹے بڑے سب برابر ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سلسلۂ احمدیہ کا ایک پرانا واقعہ یاد آگیا۔ استاذی المحترم حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت میں بے حد عزّت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ ایک بہت بڑے عالم اور ایک زبردست مناظر تھے۔ علم حدیث کے ماہر تھے۔ ناظر ضیافت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہونے کی وجہ سے صدر انجمن احمدیہ کے ممبر تھے۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کو شدید عشق تھا جو آپ کی ہر حرکت و سکون سے عیاں تھا۔ یتیموں، بوڑھوں اور بیواؤں کی خبرگیری آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کے شب و روز قال اللہ اور قال الرسول کی نشر و اشاعت اور دینی کاموں میں انہماک ہی میں بسر ہوتے اور انہی میں آپ کو راحت نصیب ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

سایۂ عاطفت میں آپ نے جوانی کے ایام گزارے۔ آپ کو نہ صرف حضور علیہ السلام کے صحابی ہونے کا فخر حاصل تھا بلکہ حضور علیہ السلام کے قرابت دار بھی تھے۔ احباب آپ کی باتوں کو شوق سے سنتے اور اُن پر سر دھنتے۔ حضرت میر صاحبؓ کی بات ان کے لئے حکم کا درجہ رکھتی جس کی تعمیل کو وہ سعادت جانتے۔ آپ غریبوں کے ملجأ اور یتیموں کے ماویٰ تھے۔ ان سب اوصافِ حمیدہ کے باوجود آپ اپنے تئیں سلسلہ کا ایک ادنیٰ رکن تصور کرتے۔ آپ ہر روز مغرب کی نماز کے بعد مہمان خانہ میں بخاری شریف کا درس دیتے جسے سننے کے لئے دُور ونزدیک سے لوگ کثرت سے جمع ہوتے۔ درس کا انداز کچھ اس قدر دلچسپ اور دلکش ہوتا کہ اُسے سُن کر بے ساختہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کے جذبات دل میں موجزن ہوتے اور زبان سے اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آل محمّدٍ کے الفاظ نکلتے۔ اس لئے کہ عشقِ رسولؐ آپ کی رگ رگ میں رچا ہوا تھا اور محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ہر بات سے عیاں تھی۔ انہی درسوں میں سے ایک درس میں آپ سے ایک ایسی بات ہوگئی جس پر ناظر صاحب تعلیم نے آپ کو حکماً درس دینے سے روک دیا۔ حضرت میر صاحب موصوفؓ نے اسے اپنی ہتک قرار نہیں دیا بلکہ اپنے علم و فضل، ذاتی وجاہت، جماعت میں اثر و رسوخ، بے انتہا خدماتِ دینی، صحابیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رشتہ داری کے تعلق کے باوجود فوراً اُس حکم کی تعمیل میں درس روک دیا اور اس وقت تک اُسے دوبارہ جاری نہیں کیا جب تک کہ نظارتِ تعلیم نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دیدی۔

ملاحظہ فرمائیے! حضرت میر صاحبؓ ایک نیک کام کر رہے تھے، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دے رہے تھے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اِس نیک کام سے مجھے کون روک سکتا ہے۔ نہیں بلکہ فوراً نظامِ سلسلہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ کیونکہ ایک نیک کام بھی اُسی وقت تک نیکی کہلاتا ہے جب تک اس میں نفسانیت اور جذبات کی مغلوبیت کا رنگ نہ ہو۔ سلسلہ نظام میں جہاں نفسانیت، رعونت، تکبّر اور غرور آیا وہیں یہ ہلاکت کا موجب ہوا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لئے نظامِ سلسلہ کے احترام کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم فرمایا ہے جس کی ہم میں سے ہر خورد وکلاں کو تقلید کرنی چاہیئے۔ بعض اوقات شیطان نیکی کے رنگ میں ایک امر کی تحریک کرتا ہے مگر وہ ہوتی بدی ہے اس لئے ہم میں سے ہر شخص کو ہمیشہ نظامِ سلسلہ کے تقاضوں پر نظر رکھنی چاہیئے اور کبھی بھی شیطانی خیالات و وساوس کو دماغ میں نہیں آنے دینا چاہیئے کہ احمدیت اسی امر کی مقتضی ہے۔ ✣

دو کام کی باتیں

"اُردو ڈائجسٹ" کے شمارہ فروری ۱۹۶۴ء میں لبنان کے ایک نامور وکیل جناب حسن الامین کا ایک انٹرویو شائع ہوُا تھا۔ جناب حسن الامین مشرق و مغرب کے بیشتر ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں وہ پاکستان بھی آئے تھے۔ ان سے لاہور میں "اُردو ڈائجسٹ" کے مدیر مسئول جناب الطاف حسن قریشی ایم۔اے نے ملاقات کی۔ جو گفتگو ہوئی اسے انہوں نے "حسن الامین" کے زیرِ عنوان سپردِ قلم کیا۔ یہ ساری ہی گفتگو اوّل سے آخر تک بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ اُس گفتگو کو من و عن یہاں درج کرنا ہمارا مقصد نہیں البتہ دو نہایت ہی کام کی باتیں ایسی ہیں جن کی طرف توجہ دلانا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

پہلی بات ان میں سے یہ ہے کہ جب جناب الطاف حسن قریشی نے ان سے دریافت کیا کہ —— "لبنان میں عورتیں کونسا لباس پہنتی ہیں؟" —— تو انہوں نے کہا کہ "ہمارے ملک میں عورتیں نہیں ہیں"۔ اس جواب پر قریشی صاحب بہت حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے! انہیں حیرت زدہ دیکھ کر جناب حسن الامین نے فرمایا:-

"تمہیں میرے جواب پر اتنی حیرت کیوں ہوئی۔ ہم عربی زبان میں خاتون کو عورت اس لئے کہتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھتی تھی۔ لیکن اب میرے ملک میں تمام کی تمام خواتین بے پردہ ہیں۔ مَیں انہیں "عورتیں" کیونکر کہہ سکتا ہوں —— کاش! کہہ سکتا"۔

دَورانِ گفتگو میں اِس سوال کے جواب میں کہ —— "آپ کے ملک میں بے پردگی کا رواج کب سے شروع ہوُا؟" —— انہوں نے فرمایا:-

"فرانسیسیوں سے اختلاط کے بعد شروع ہوُا۔ بے پردگی نے مختلف مراحل آہستہ آہستہ طے کئے سب سے پہلے یہ بات سُننے میں آئی کہ چہرے اور ہاتھ کا پردہ ضروری نہیں۔ اِس خیال کے جڑ پکڑتے سے اونچے طبقہ کی خواتین کھُلے چہرے گھروں سے باہر نکلنے لگیں۔ نقاب اُٹھ گیا۔ نقاب کے اُٹھ جانے کے بعد وہ چادر بھی غائب ہو گئی جس سے خواتین اپنے جسم کو چھُپائے رکھتی تھیں۔ پھر سروں پر رومال باندھنے کا رواج چلا —— اور پھر آہستہ آہستہ یہ سب کچھ ماضی کے دھندلکوں میں گُم ہو گیا۔ آج ہماری نئی نسل جس طرف جا رہی ہے اس کے انجام کا تصوّر کر کے مَیں اکثر کانپ اُٹھتا ہوں —— جنسی

اختلاط جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اُس کے پیشِ نظر یہ اندازہ لگا لینا کچھ مشکل نہیں کہ اگر پوری قوت سے اِس رُجحان کو نہ روکا گیا تو پاکدامن اور عفت مآب خاتون کا حاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا ــــ بس یہ آخری مرحلہ باقی ہے۔ دیکھئے کس کی جیت ہوتی ہے اور کس کی ہار"

جب گفتگو آگے بڑھی تو انہوں نے اِس سوال کا ــــ "آپ نے اُس وقت سے جدّوجہد کیوں نہ شروع کی جب بے پردگی کا آغاز ہوا تھا؟" ــــ جواب اِن الفاظ میں دیا :-

"علماء نے جدّوجہد تو اُسی وقت کی تھی لیکن ان کی کوششیں مؤثر ثابت نہیں ہوئیں۔ بے حیائی کا سیلاب جس قوت سے اُبھر رہا تھا اُس کے آگے علماء مضبوط بند نہ باندھ سکے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جن قوتوں نے اُس وقت علماء کی مخالفت کی تھی اور بے پردگی کے حق میں بڑی جانفشانی سے کام کیا تھا آج وہ قوتیں بے حیائی کے شرمناک نتائج سے بُری طرح خائف ہیں لیکن وہ اب اپنے آپکو بے بس محسوس کر رہی ہیں۔ اب اُن کے لئے بھی دھارے کا رُخ موڑنا مشکل ہو گیا ہے"

جناب حسن الامین نے لبنان میں بے پردگی کی وجہ سے رونما ہونیوالی جس دردانگیز صورتِ حال پر روشنی ڈالی ہے اُس میں اُن اسلامی ممالک کے لئے جن کے ہاں مغربی تہذیب ابھی اپنا پورا اثر جمانے میں کامیاب نہیں ہوئی ہے ایک بہت بڑا سبق مضمر ہے۔ اور وہ سبق یہی ہے کہ مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے اثرات کی موجودگی میں اِس خیال اور نظریہ کو بے ضرر خیال کرتے ہوئے اِسکی ترویج پر زور دینا کہ چہرے اور ہاتھوں کا پردہ ضروری نہیں، بے پردگی ہی نہیں بلکہ بے حیائی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اِس نظریہ کے جڑ پکڑنے کی دیر ہے کہ رفتہ رفتہ بے پردگی اور پھر اِسکی آڑ میں بے حیائی کا سیلابِ بلاخیز اُمڈ آتا ہے اور اِس شدت سے اُمڈ آتا ہے کہ پھر اُس کے آگے بند باندھنا ممکن نہیں رہتا۔ بے پردگی کی وباء کو روکنے کا اصل اور مؤثر طریق یہی ہے کہ سِرے سے اِس نظریہ کو جڑ پکڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اِس نظریہ کو ابتداء ہی میں کُچل دینے میں سلامتی ہے بصورتِ دیگر لبنان کا سا حشر ہو پر ہو۔ جو مسلمان مغربی تہذیب کے زیرِ اثر اس نظریہ کے قائل ہیں لبنان کی صورتِ حال کی طرف ان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسری بات جس کی طرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں اسلامی ممالک کے اُن باشندوں سے تعلق رکھتی ہے جو مغربی ممالک میں جا آباد ہوئے ہیں۔ جناب حسن الامین نے مغربی ممالک میں اپنی سیاحت کے گوناگوں تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

"تاثرات تو بے حد متنوع اور حیرت انگیز ہیں لیکن میں دو چار پر اکتفا کرتا ہوں۔ سب سے پہلے میں جنوبی امریکہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس علاقہ میں تقریباً نصف صدی پہلے شام اور لبنان سے

لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہجرت کر گئے۔ یہ مسلمان اپنے عقیدے اور عمل کے اعتبار سے پختہ مسلمان تھے۔ مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ نوجوان بڑی حد تک اسلام سے بے گانہ ہو گئے ہیں۔ یہ مہاجرین عربی رسالے نکالتے تھے۔ اِن رسالوں میں سے ہر دوسرے تیسرے سال ایک رسالہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ عربی جاننے والوں کی تعداد میں معتد بہ کمی آتی جا رہی ہے۔ یہ اِس لئے ہو رہا ہے کہ وہاں کے مسلمانوں نے عیسائی خواتین سے شادیاں کر لی ہیں۔ یہ عورتیں ان مسلمانوں کے معاشرے مذہب اور کلچر پر اس شدت سے اثر انداز ہوئی ہیں کہ اُن کا اپنا ڈھانچہ تقریباً تقریباً گر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر دس سال کے بعد میں اُس علاقہ میں جاؤں تو وہاں مجھے کوئی سلام کرنے والا نہیں ملے گا۔"

کس قدر عبرتناک ہے عرب ممالک کے اُن مسلمانوں اور اُن کی آئندہ نسلوں کی حالت جو مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوتے ہیں۔ وہ ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کے مصداق بن کر اپنا اور اپنی آئندہ نسلوں کا دین ایمان سب کچھ گنوا بیٹھے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غور کا مقام ہے کہ یہ لوگ اُس اُمت کے افراد ہیں جسے خدا تعالیٰ نے خیر امت قرار دیا ہے اور اِس لئے قرار دیا ہے کہ اُن پر یہ عظیم الشان فرض عائد کیا گیا ہے کہ یہ لوگ دوسری اقوام و ملل کو اُس ہدایت کی طرف بلائیں جس پر خدا نے انہیں اپنے فضل سے قائم فرمایا ہے۔ بجائے اِس کے کہ یہ جس قوم میں جا کر آباد ہوئے تھے اسے اپنے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرتے خود اُس کے رنگ میں رنگین ہو کر اُسی کی طرح بے دین ہو گئے۔ تنزل و ادبار اور خود دین سے بے رغبتی کا اِس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا۔ ایک قرونِ اولیٰ کے وہ مسلمان تاجر تھے جنہوں نے اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر تجارت کے ساتھ ساتھ مشرق کے دُور دراز علاقوں میں کروڑوں کروڑ انسانوں کو دولتِ ایمان عطا کی اور ملک کے ملک اسلام کے نور سے منوّر کر دکھائے اور ایک اِس زمانے کے یہ "ماڈرن مہاجر" ہیں کہ دوسروں کو اسلام میں داخل کرنا تو کجا خود گمراہی و ضلالت میں پھنستے چلے جا رہے ہیں اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی طاغوت کے حوالے کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ اسلامی ملکوں سے جو لوگ مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوتے ہیں وہ دین کی اصل رُوح سے عاری ہوتے ہیں، اسلام کا کوئی درد اور اس کے لئے کوئی غیرت ان میں نہیں ہوتی، وہ یکسر مرعوبیت کا ایک شدید احساس لے کر محض مادی آسائشوں کے لالچ میں وہاں جاتے ہیں اور پھر مادی آسائشوں میں ہی غرق ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آجکل دیگر اسلامی ممالک کی تقلید میں پاکستان سے بھی لوگ بہت بڑی تعداد میں مغربی ممالک میں جا جا کر آباد ہو رہے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ان کے لئے بہت خوف کا مقام ہے۔ اگر وہ کوشش بھی کریں تو شاید خود اپنا ایمان بچانے میں کامیاب ہو سکیں اپنی آئندہ نسلوں کو وہ کسی صورت بھی شیطان کے چنگل میں جانے سے نہیں بچا سکتے۔ اِس

خطرہ سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہی لوگ دوسرے ملکوں میں جا کر آباد ہوں جو اسلام کا حقیقی درد اپنے سینوں میں رکھتے ہوں۔ محض دنیا کمانا ان کے مدِنظر نہ ہو بلکہ اسلام کی خدمت کو وہ اپنا مطمحِ نظر بنائیں اور اُن علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ صرف اور صرف اسی صورت میں وہ نہ صرف اپنے دین و ایمان اور اپنی انفرادیت کو برقرار رکھ سکتے ہیں بلکہ خود وہاں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کرنے میں نہایت قابلِ قدر خدمت بجالانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

چونکہ فی زمانہ احمدی نوجوان بھی خاصی تعداد میں مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوئے ہیں انہیں بہت زیادہ چوکس و ہوشیار اور مستعد و بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ ایک خدائی جماعت کے افراد ہونے کی حیثیت میں جسے خدا نے اس زمانہ میں غلبۂ اسلام کی خاطر ہی قائم فرمایا ہے اُن کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو اسلام پر قائم رکھیں بلکہ وہاں کے لوگوں تک پیغامِ حق پہنچا کر انہیں اسلام کا والہ و شیدا بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ٹھہریں گے اور بے انداز اجر و ثواب اور افضال و انعامات سے نوازے جائیں گے بصورتِ دیگر خود اپنا ایمان ضائع کرنے ہی کی ذمہ داری اُن پر نہ ہوگی بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کی گمراہی و ضلالت کا مواخذہ بھی انہیں سے ہوگا۔ پس بیرونی ممالک میں جا کر آباد ہونیوالے احمدی نوجوانو! ڈرو، اپنے مقام اور اپنی ذمہ داری کو سمجھو اور اسے ادا کرنے میں دن رات ایک کر دکھاؤ ایسا نہ ہو کہ عدالت کے دن عنداللہ قابلِ مواخذہ ٹھہرو اور خسرانِ مبین میں مبتلا ہو کر دردناک عذاب کا مزہ چکھو۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم واجعلنا منھم۔ اٰمین۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

"اسلامی پردہ سے مُراد زنداں نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے۔ ... اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۴، ۳۵)

بچوں کا صفحہ

خدا تعالیٰ کے نام

(محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی۔ لاہور)

دنیا میں ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی نام ہوتا ہے تمہارے ماں باپ نے بھی تمہارا نام رکھا ہے۔ تمہارے بھائی بہنوں کے بھی نام ہیں اور تمہارے ماں باپ، چچا، ماموں کے بھی نام ہیں۔ تمہارے شہر میں جتنے آدمی رہتے ہیں سب کا کوئی نہ کوئی نام ہے۔ اسی طرح خدا کا بھی ایک نام ہے اور وہ نام ہے "اللہ"

اللہ کے سوا خدا کے اور بھی بہت سے نام ہیں مگر وہ سب نام صفاتی ہیں۔ یعنی اُن سے خدا کی کوئی نہ کوئی صفت اور قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اُن میں سے یہاں ہم تمہیں صرف چار بڑے بڑے ناموں کا حال سُناتے ہیں۔

(۱) پہلا صفاتی نام ہمارے خُدا کا رَبُّ الْعَالَمِیْن ہے یعنی تمام جہانوں کی ہر چیز کو بنانے اور پرورش کرنیوالا اور ہر شے کو بڑھانے اور ترقی دینے والا۔ زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے، سمندر کے بیچ میں اور اُسکی تہ میں، آسمانوں اور ستاروں میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز ایسی نہیں جیسے خدا نے نہ بنایا ہو۔ یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ تمام چھوٹے چھوٹے جانور، یہ ہرے بھرے باغ، اور یہ اُونچے اُونچے پہاڑ، غرض ہر چیز کا بنانے والا ہمارا پیارا خدا ہے اور کوئی نہیں۔

(۲) خدا کا دوسرا نام رَحْمَان ہے یعنی وہ ہم پر بڑی مہربانی کرنیوالا ہے۔ اُسنے یہ مہربانی ہمارے کسی کام کے بدلے میں ہم پر نہیں کی بلکہ خود ہی اُس نے ہمیں ہر طرح کی نعمتیں دیں۔ سب سے بڑا احسان اُس کا یہ ہے کہ اُس نے ہمیں آدمی بنایا۔ اُس نے ہمارے سانس لینے کے لئے ہوا، پینے کے لئے پانی، رہنے کے لئے زمین، کھانے کے لئے اناج، آرام کے لئے رات، کام کے لئے دن، اور روشنی کے لئے سورج بنایا۔ اور یہ سب چیزیں اُس نے ہمارے دنیا میں آنے سے پہلے پیدا کیں۔

(۳) تیسرا نام خدا کا رَحِیْم ہے۔

اِس نام کا مطلب یہ ہے کہ خدا ہم پر ایسا مہربان ہے کہ جب ہم کوئی کام کرنے کے لئے محنت کرتے ہیں تو وہ ہم پر مہربانی کر کے ہمارا کام بنا دیتا ہے۔ ہم دن رات کوشش کر کے پڑھتے اور امتحان دیتے ہیں تو وہ ہمیں پاس کر دیتا ہے ہم بیمار ہوتے ہیں اور دوا علاج کرتے ہیں تو وہ ہم پر رحم کر کے ہمیں اچھا کر دیتا ہے۔ ہم اپنے باغ میں کوئی پودا لگاتے ہیں تو وہ اسے تھوڑے دنوں میں پورا درخت بنا دیتا ہے۔ ہم اپنی کیاری میں کچھ بوتے ہیں تو کچھ دنوں بعد وہ اُس میں سے ترکاریاں پیدا کرنی شروع کر دیتا ہے۔

(۴) چوتھا صفاتی نام خدا کا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ اِس نام کا مطلب یہ ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ اُس کے سارے بندے اچھے اور نیک کام کریں۔ کوئی بھی آدمی بُرا کام نہ کرے جو اچھے کام کرے گا خدا اُسے انعام دے گا۔ جو بُرے کام کرے گا خدا اُسے سزا دے گا۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے یہ معنی بھی ہیں کہ خدا جس کو چاہے اچھے کام کا بہت زیادہ انعام دیدے۔ جس کے گناہ چاہے معاف کر دے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُسنے ایسا کیوں کیا؟ وہ چاہے رحم کرے، چاہے انعام دے، چاہے سزا دے۔ اُسے ہر بات کا پورا اختیار ہے۔ (ایمان کی باتیں)

شانِ اِسلام

(حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)

اسلام سے نہ بھاگو، راہِ ہُدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو، شمس الضُّحیٰ یہی ہے

مجھ کو قسم خُدا کی، جس نے ہمیں بنایا
اَب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

دُنیا کی سب دُکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں
آخر ہُوا یہ ثابت، دارُالشّفا یہی ہے

دُنیا میں اِس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اِس کو یارو آبِ بقا یہی ہے

اِسلام کی سچّائی ثابت ہے جیسے سُورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دُشمن، بَلا یہی ہے

(دُرِّثمین)

اہم مرکزی اعلانات

ضلع خیرپور کی مجالس انصار اللہ کا تربیتی اجتماع

مکرم ناظم صاحب اعلیٰ سابق صوبہ سندھ نے اطلاع دی ہے کہ ضلع خیرپور کی مجالس انصار اللہ کا تربیتی اجتماع ۲۵-۲۶ رجولائی کو بمقام گوٹھ غلام محمد منعقد ہو رہا ہے۔ قرب و جوار کے انصار کو چاہیئے کہ وہ اس اجتماع میں شامل ہو کر اجتماع کی روحانی برکات سے مستفیض ہوں۔ علمائے کرام کی تقاریر کے علاوہ اجتماع میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کی تقاریر بھی سنائی جائیں گی انشاء اللہ۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس انصار اللہ جائزہ لیں

انصار اللہ کو علم ہے کہ ہمارے مالی سال کا نصف گزر چکا ہے اس لئے ہمارے بجٹ آمد کا نصف لازمی طور پر وصول ہو جانا چاہیئے تھا۔ زعماء اور عہدہ داران سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے بجٹ کے مقابلہ پر نصف چندہ وصول ہو کر مرکز میں پہنچ چکا ہے یا نہیں۔ اگر اس میں کسی وجہ سے کمی رہ گئی ہو تو اُسے پورا کرنے کی تدبیر کی جائے۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

اشاعتِ لٹریچر اور انصار اللہ کا فرض

وہ روحانی خزائن جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں اُن کا حق کے متلاشیوں تک پہنچانا انصار اللہ کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سلسلہ میں بہت عمدہ کام ہو رہا ہے۔ جس قدر لٹریچر انصار اللہ کی طرف سے شائع ہوا ہے اسے بہت پسند کیا گیا ہے اور اس کے عمدہ نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ اشاعتِ لٹریچر کا چندہ لازمی چندوں میں سے ہے اور اس کی شرح ایک روپیہ فی رکن ہے۔ زعماء صاحبان کوشش کریں کہ اس مد کا پورا چندہ اس ماہ میں وصول ہو کر مرکز میں پہنچ جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

تعمیر فنڈ انصار اللہ

مجلس شوریٰ انصار اللہ میں تمام نمائندگان کے مشورہ سے طے ہوا تھا کہ اِس سال تعمیر فنڈ کے لئے اراکین تین ہزار روپے جمع کریں۔ یہ تین ہزار کی رقم اراکین سے اِس طرح وصول کرنی ہے کہ ہر رُکن سے کچھ نہ کچھ رقم حسبِ استطاعت ضرور لی جائے۔ عہدہ داران نے اِس فنڈ کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ اِس نوٹ کے ذریعہ جملہ زعماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اِس فنڈ کے لئے رقوم جمع کر کے مرکز میں بھجوا دیں۔ بعض ضروری تعمیری کام روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے رُکے ہوئے ہیں۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس انصار اللہ چندہ نہ روکیں!

بعض مجالس انصار اللہ وصول شدہ چندہ مرکز میں بھجوانے کی بجائے اس لئے روک لیتی ہیں کہ مزید چندہ وصول ہو جائے تو کثیر رقم مرکز میں بھجوائی جائے۔ یہ طریق درست نہیں۔ ہر ماہ جس قدر رقم وصول ہو وہ بلا تاخیر مرکز میں روانہ کر دینی چاہیئے۔ اِس کا آئندہ خیال رکھیں اور رقم روکیں نہیں۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

بلند پایہ تربیتی مجلّہ

ماہنامہ "انصار اللہ" ایک بلند پایہ تربیتی رسالہ ہے، اس کا ہر احمدی گھرانے میں پہنچنا ازحد ضروری ہے۔ اگر آپ ابھی تک اِس کے خریدار نہیں ہیں تو آج ہی سالانہ چندہ چھ روپے ارسال کر کے اِسکی خریداری قبول فرمائیں۔

(مینیجر ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ)

صدق اور خدمت کا یہ آخری موقعہ ہے
بدقسمت ہے وہ جو اس موقعہ کو کھو دے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''مردانہ زندگی یہی ہے کہ اس زندگی پر فرشتے بھی تعجب کریں - وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ اس کی استقامت ، اخلاص ، اور وفاداری تعجب خیز ہو - خدا تعالیٰ نامرد کو نہیں چاہتا - اگر زمین وآسمان بھی ظاہری اعمال سے بھر دیں لیکن ان اعمال میں وفا نہ ہو تو ان کی کچھ بھی قیمت نہیں - کتاب اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک انسان صادق اور وفادار نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی نمازیں بھی جہنم ہی کو لے جانے والی ہوتی ہیں - جب تک پورا وفادار اور مخلص نہ ہو ریاکاری کی جڑ اندر سے نہیں جاتی - لیکن جب پورا وفادار ہو جاتا ہے اس وقت اخلاص اور صدق آتا ہے اور وہ زہریلا مادہ نفاق اور بزدلی کا جو پہلے پایا جاتا ہے دور ہو جاتا ہے -

اب وقت تنگ ہے - میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے - تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے - اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے - زمانہ انقلاب میں ہے - یہ آخری زمانہ ہے - اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے - اس وقت صدق و وفا دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے - یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا - یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں - اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو انسان کو دیا گیا ہے - اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا - بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے ،،

(الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا -